ماہنامہ مجلہ

حیاتِ نو

بلریا گنج

روزے کا مقصد اللہ کے دشمن پر دباؤ ڈالنا اور اس پر غلبہ پانا ہے۔ شیطان کا وسیلہ انسانی خواہشات و شہوات ہوتی ہیں اور شہوات کھانے پینے سے قوی ہوتی ہیں۔ روزے میں کھانے پینے سے اجتناب کیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں شہوتیں کمزور ہو جاتی ہیں اور اللہ کا دشمن مغلوب ہو جاتا ہے۔ (امام غزالیؒ)

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ مجلہ

حیاتِ نو
بلریا گنج

شمارہ نمبر ۱۴	شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ دسمبر ۱۹۹۸ء	جلد نمبر ۱۲

مدیر معاون	مدیر	مدیر مسئول
انیس احمد فلاحی	عبدالبر اثری فلاحی	نور محمد فلاحی

☆ سالانہ زرِ تعاون: 50.00 روپے
☆ خصوصی زرِ تعاون: 100.00 روپے
☆ بیرونِ ملک سے: 25.00 امریکی ڈالر

☆ طلبہ کے لئے: 40.00 روپے
☆ اعزازی زرِ تعاون: 1000.00 روپے
☆ قیمت فی شمارہ: 5.00 روپے

اس دائرے میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدتِ خریداری ختم ہو چکی ہے۔ لہٰذا جلد سالانہ زرِ تعاون ارسال فرمائیں۔

مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

ترسیلِ زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ "مجلہ حیاتِ نو"، جامعۃ الفلاح

بلریا گنج، اعظم گڑھ 276 121 (یوپی) فون نمبر 05466-25115

نقوشِ حیاتِ نو

عنوان	مصنف	صفحہ
اداریہ		
شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن	عبدالبر اثری فلاحی	۳
بحث و نظر		
علامہ شبلیؒ کی تاریخ نگاری	محمد الیاس اعظمی	۷
نام نہاد سیکولر لیڈران کا کردار	ڈاکٹر محمد اجمل فاروقی	۱۵
مذاہب عالم		
نصرانیت	انیس احمد فلاحی مدنی	۱۹
سیر و سوانح		
ذکر جلیلؒ	عبدالرب اثری فلاحی	۲۳
فقہ و فتاوی		
میت کا چہرہ عام دیدار کے لئے کھولنا	ابوار قم فلاحی	۳۰
تعارف و تبصرہ		
شرعی وزن اور پیمانے	ابو عبدالرحمٰن عمار فلاحی	۳۲
جامعہ کے لیل و نہار		
جامعۃ الفلاح عظیم محسن و مربی سے محروم ہو گیا	ادارہ	۳۴
کل ہند امیر جمعیت اہل حدیث		
مولانا صفی الرحمٰن صاحب کی تشریف آوری		۳۷
فلاحی برادران کی میٹنگ		۴۰
بہی خواہان جامعہ کی خدمت میں	ناظم جامعہ	۴۲
روداد انجمن		
رپورٹ دہلی یونٹ	عمیر منظر فلاحی	۴۳

اداریہ

شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن

عبدالبر اثری فلاحی

رمضان ماہ قرآن ہے یعنی دنیا کی سب سے بڑی نعمت کے نزول کا مہینہ کہ اس نزول قرآن ہی کی وجہ سے خود رمضان کو فضیلت بخشی گئی۔ قرآن جو ہمارے لئے ابدی ہدایت نامہ ہے تمام بیماریوں کا علاج ہے حق و باطل کے درمیان امتیاز کا پیمانہ ہے عروج و کمال کا ذریعہ ہے۔ اور قیامت میں حجت بنے گا جس کا سننا بھی باعث ثواب، جس کا پڑھنا باعث اجر اور جس کی تبلیغ و اشاعت سب سے اہم دینی فریضہ۔ کیا ہم اس ماہ مبارک میں اس قرآن کی تلاوت کا اہتمام کرتے ہیں؟ فہم قرآن کیلئے کوشاں رہتے ہیں؟ اپنے آپ کو قرآن کے سانچے میں ڈھالنے کیلئے جدوجہد کرتے ہیں؟ قرآنی تعلیمات عوام الناس تک پہنچاتے ہیں؟ نبی کریم ﷺ تو پورا قرآن ختم کر لیتے تھے آخری سال تو دو دو مرتبہ ختم کیا تھا کیا ہم سے یہ ہوپاتا ہے؟

رمضان ماہ تقوی ہے کیا ہمارے اندر برائیوں سے اجتناب اور بھلائیوں کو اپنانے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے؟ اللہ کے حکم سے کھانے پینے اور خواہشات کی تکمیل پر قدغن لگاتے ہیں کیا اسی کے حکم کے مطابق جھوٹ، غیبت، فریب، ریا، نام و نمود اور لغویات سے باز رہتے ہیں؟ اگر ایسا نہیں تو پھر اللہ کو ہمارے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی حاجت نہیں؟

رمضان ماہ صبر ہے کیا مسائل و مشکلات کے باوجود حق پر ثبات و استقامت کا جذبہ ہمارے اندر ابھرتا ہے؟ کہ مردانہ وار دشمنانِ حق کا ہم مقابلہ کرسکیں؟ اور وہ ہمیں راہِ حق سے ایک انچ بھی ہٹا نہ سکیں؟

رمضان ماہ مواسات ہے بھوک و پیاس کی شدت جھیلنے کے بعد کیا ہمارے اندر غرباء و مساکین اور ضرورت مندوں سے ہمدردی اور غمگساری کا جذبہ ابل کھاتا ہے؟ ہم ان کی اعانت و امداد کیلئے دوڑ پڑتے ہیں؟ اور اخوت و محبت کے جذبات کو مہمیز لگتی ہے؟

رمضان ماہ انفاق ہے، نبی کریم ﷺ عام دنوں سے زیادہ اس مہینے میں حاجت مندوں پر خرچ کرتے تھے آخری عشرے میں تو "ریح مرسلہ" (تیز و تند ہوا کی مانند) ہو جاتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کے بارے میں تو آتا ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے روزے کی حالت میں ہزاروں درہم تقسیم کرڈالا، کچھ بھی نہ بچا یہاں تک کہ خادم نے عرض کیا کم از کم اتنا بچا لیا ہوتا جس سے افطار کیلئے سامان خریدا جاسکے کیا اس ماہ مبارک میں ہم بھی اسی طرح اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں؟

رمضان ماہ برکت ہے۔ جس میں نیکیوں کا ثواب کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ حتی کہ نوافل پر فرائض کا ثواب ملتا ہے۔ اور روزے کا ثواب تو اللہ نے اپنے لئے خاص کرلیا ہے، وہ اس پر جس قدر چاہے نواز دے کیا اس سنہری موقع کو ہم غنیمت جانتے ہیں؟ زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے کی توفیق ہمیں ملتی ہے؟ سنت و نوافل اور مستحبات تک کو بجالانے کیلئے فکرمند رہتے ہیں؟

رمضان ماہ خیر ہے جس کی ایک مخصوص رات کو ہزاروں راتوں سے بہتر قرار دیا گیا ہے، جس میں عبادت و ریاضت، بے پایاں رحمت و مغفرت کا سبب ہوتا ہے

کیا ہمیں کما حقہ اس کی تلاش و جستجو رہتی ہے؟ اور اس رحمت بلا محنت کا حقدار بننے کیلئے عبادت و ریاضت میں رات کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں؟ اس مہینے میں شیاطین باندھ دیئے جاتے ہیں معروفات کیلئے فضا ہموار اور سازگار ہو جاتی ہے کیا ہم اور آپ اس سازگاری سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں؟

رمضان ماہ نجات ہے اس کے پہلے عشرے کو رحمت دوسرے عشرے کو مغفرت اور تیسرے عشرے کو جہنم کی آگ سے چھٹکارے کا عشرہ قرار دیا گیا ہے۔ کیا ہم عاجزی وانکساری کے ساتھ اللہ کے سامنے گڑگڑاتے ہیں؟ اس سے اپنی غلطیوں کی معافی چاہتے ہیں؟ آئندہ برائیوں سے اجتناب کا عہد کرتے ہیں؟ اگر نہیں تو ہم سے بدبخت کوئی اور نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: "جس نے رمضان پایا اور اپنی مغفرت نہیں کرا سکا تو اس سے بڑا بدبخت کوئی اور نہیں"۔ حدیث میں روزے کو جہنم سے بچاؤ کیلئے ڈھال کہا گیا ہے۔ اگر کوئی اس کے ذریعہ بھی اپنے آپ کو جہنم سے نہیں بچا سکا تو پھر اس کیلئے کوئی دوسری چیز بھی کارگر نہیں ہو سکتی۔

رمضان ماہ تزکیہ ہے جسم اور روح دونوں کا تزکیہ کرتا ہے چنانچہ اطباء بتاتے ہیں روزہ بہت سے امراض کا بہترین علاج ہے۔ بہت سے فاسد مادوں سے جسم کو پاک وصاف کرتا ہے۔ اس کی وجہ سے انسان بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے مثلاً ذیابیطس (شکر) کے مریضوں کو مشہور ڈاکٹر پروفیسر توفس (جو اس مرض کے ماہرین میں شمار ہوتے ہیں) شدت کے ساتھ روزے کی تلقین کرتے ہیں اور انسولین وغیرہ کی ایجاد سے پہلے تو عام طور سے اطباء روزوں کے ذریعہ ہی اس مرض کا علاج کرتے تھے۔ اسی طرح روزہ روح کو پلیدگی سے پاک کرتا ہے۔ جذبات و میلانات کی اصلاح کرتا ہے۔ طاعت و بندگی کے احساسات کو زندہ و پائندہ بناتا ہے۔ نفرت و کدورت کو دور

کرکے اخوت و محبت اور وحدت و یگانگت سے سرشار کرتا ہے۔ اور ایک نظم کے تحت مجاہدانہ زندگی گذارنے کی ایسی ٹریننگ کرتا ہے کہ اس سے بہتر ہمہ جہتی ٹریننگ کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ کیا رمضان کا مہینہ گذرنے کے بعد ہم اپنے اندر یہ تبدیلیاں محسوس کرتے ہیں؟ اور سال بھر اس کا اثر باقی رہتا ہے؟ اگر ہاں تو یقیناً روزہ قیامت کے دن اللہ کے حضور ہماری شفاعت کریگا ورنہ ہم پر بھی وہی ارشاد رسول ﷺ صادق آئیگا جس میں آپ ﷺ نے فرمایا "کتنے روزہ دار ہیں جن کے حصے میں روزے سے بھوک پیاس کے علاوہ اور کچھ نہیں آتا۔"

کیمبرج یونیورسٹی کے پروفیسر جے ڈی انون (J.D. Unwin) نے برسوں جنس پر تحقیق کی اور یہ دیکھنے کے لئے کہ مرد و زن کے آزادانہ اختلاط اور بے لگام جذبہ جنس کا اثر تہذیب پر کیا پڑتا ہے۔ اس نے ۸۰ اقوام و قبائل کا مطالعہ کیا اور پونے چھ سو صفحات کی ایک کتاب "Sex and Culture" کے عنوان سے لکھی۔ اس میں وہ لکھتا ہے "جنسیات اور کلچر کا آپس میں گہرا تعلق ہے، جذبہ جنس پر قابو پانے کے بعد انسان میں ایک خاص توانائی پیدا ہوتی ہے جس سے معاشرہ کے کسی بلند نصب العین کی تکمیل کا کام لیا جاسکتا ہے۔ جو لوگ عیش اور شہوت رانی میں پڑ جاتے ہیں ان کی توانائی ختم ہو جاتی ہے کہ وہ کوئی بڑا کارنامہ مثلاً ایجاد، تصنیف، تحقیق، تسخیر وغیرہ سر انجام نہیں دے سکتے۔ ان کے قوائے عمل پر اوس پڑ جاتی ہے اور ان کی تعمیرات و ذہانت ختم ہو جاتی ہے۔ قدیم زمانے میں سمیریوں، بابلیوں اور مصریوں کا عروج اور ساتویں صدی میں قیصر و کسریٰ پر عربوں (مسلمانوں) کی یلغار ان کی داخلی توانائی کا نتیجہ تھے۔ دوسری طرف جنسی آزادی تباہی لاتی ہے۔ آگے وہ لکھتا ہے "Any estansion of sexual opportunity must always be the immediate cause of cultural decline." یعنی جذبہ جنس کی بے لگامی ہاتھ ثقافت کے زوال کا سبب بن جاتی ہے۔ اس لئے ہماری نوجوان نسل کو (تمام اسلامی ممالک سے) فحاشی کے تمام اڈوں کو بند کرانا ہوگا اور غلط قسم کی فصول سے پرہیز ہی نہیں کرنا بلکہ انہیں ملک بدر بھی کرنا ہے اور دنیا کو ایک دفعہ پھر پاپ میوزک اور نوجوانوں کے عشقیہ گانوں سے نکال کر سرمدی ازلی (Divine Music) کی طرف اس کی رہنمائی کرنی ہوگی جو دلوں کے لئے نور و سرور ہے اور قلب و نظر کو پاکیزگی عطا کرتا ہے، جس کی موجودہ زمانے کو سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

(عبد الماجد، اسلامی ثقافت کے آئینہ میں نوجوانوں کا کردار، بحوالہ حکمت قرآن مئی ۱۹۹۳ء)

علامہ شبلیؒ کی تاریخ نگاری

اسباب و مقاصد

محمد الیاس اعظمی

علامہ شبلیؒ کی جامع کمالات شخصیت کا سب سے زیادہ روشن اور تابناک پہلو انکی تاریخ نگاری ہے وہ تاحیات اس فن کی خدمت کرتے رہے، مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم، المامونؒ، الفاروقؓ، سیرۃ النعمانؒ اور سیرۃ النبی ﷺ جیسی بلند پایہ اور معظم بالشان کتابیں لکھیں انکے علاوہ متعدد گرانمایہ مقالات بھی سپرد قلم کئے، ان میں کتب خانہ اسکندریہ، الجزیہ، تراجم، حقوق الذمیین اور اورنگزیب عالمگیر خاص طور سے بہت مقبول ہوئے اور بار بار کتابچوں کی صورت میں طبع ہوئے۔ علامہ شبلیؒ کی تاریخ نگاری کے اسباب و مقاصد کیا تھے اور وہ کون سے عوامل و محرکات تھے جن کے باعث علامہ شبلیؒ نے شروع ہی میں اپنی تصنیفات کا موضوع تاریخ قرار دیا اور پھر اس فن کی خدمت میں مصروف رہے اور مذکورہ بالا معرکہ آرا کی کتابیں وجود میں آئیں آئندہ سطور میں ہم انھیں سوالات کا ایک جائزہ پیش کریںگے۔

تاریخ نگاری کے اسباب

علامہ شبلی جب فن تاریخ کی طرف متوجہ ہوئے تاریخ اسلام کے ساتھ یورپ کی تصانیف کا بھی باریک بینی سے مطالعہ کیا تو انھوں نے اسلام کے خلاف مغربی مورخوں کے قلم کے کذب و افتراء کا عجب منظر دیکھا اس وقت انھوں نے محسوس کیا کہ فی زمانہ اسلام کی سچی علمی خدمت یہی ہے کہ یورپ نے اسلام پر جو اعتراضات اور الزامات عائد کئے ہیں ان کا انھی کے اسلوب و انداز میں موضوعی و معروضی طریقہ پر رد کیا جائے اور پورے زور شور کے ساتھ ان کی پردہ دری کی جائے

وہ مغربی مورخین، مستشرقین کے اسلام پر لگائے گئے الزامات و اعتراضات اور ان کی بے اعتدالیوں کے رد و ابطال میں مصروف ہو گئے۔

یہ مسلم ہے کہ اٹھارویں اور انیسویں صدی میں یورپ نے اپنے سیاسی مقاصد کی برآری کے لئے فن تاریخ کے ساتھ خاص اعتناء کیا اسکولی نصاب میں اس پر خصوصی توجہ دی گئی اور اس نکتہ پر توجہ مرکوز کی گئی کہ علمی تاریخ نسی تحقیقات کا سب سے بڑا شعبہ ہے یورپ نے اپنی نسلوں کے علاوہ مقبوضہ ممالک کے باشندوں کے ذہن مسموم و مشکوک کرنے کیلئے اپنی نصابی کتابوں خصوصاً تاریخ کی کتابوں کی تعلیم لازمی قرار دی اس پوری علمی تگ و دو کے پس پشت انکے چند خاص مقاصد تھے۔

پہلا خاص مقصد ابتداء یورپ اپنے قومی، سیاسی اور مذہبی تعصب کیوجہ سے اسلام سے متعلق دانستہ غلط بیانیوں سے کام لیا تھا مگر جب بعد میں اسے اسلامی ممالک پر فتح حاصل ہوئی تو اپنی حکومت کو قائم و دائم رکھنے کیلئے اور اس کے حدود کو وسیع کرنے کیلئے اس نے یہ ضروری سمجھا کہ ان مفتوحہ مسلم ملکوں کے سابقہ مسلم حکمرانوں کی عیب جوئی کی جائے اور ان پر اس درجہ رکیک اور نازیبا الزامات لگائے جائیں کہ مسلمان اپنے بادشاہوں کی سیہ کاری سے نہ صرف شرمندہ ہوں بلکہ انکے نام سے بھی بیزار ہو جائیں، اس مقصد میں کامیابی کیلئے تاریخ سے بڑھکر اور کون میدان ہو سکتا تھا؟

دوسرا مقصد ان ممالک پر جہاں یورپ حاکم تھا اور مسلمان محکوم تھے وہاں اپنی علمی فضیلت و برتری کا احساس دلانے کیلئے یورپ کے اہل قلم اور مورخین نے اپنی فضیلت کے واقعات گڑھ گڑھ کر مفتوح مسلمانوں کے سامنے پیش کئے اور مسلمانوں کو ظالم و جابر، غیر مہذب اور وحشی ثابت کرنے کیلئے اسلامی اصول و عقائد، اسلامی تہذیب و تمدن، اسلامی علوم و فنون، سلاطین اسلام یہاں تک کہ شارع اسلام ﷺ کی

ذات مقدس کو بھی ہدف تحمید و تنقیص بنایا اور اس راہ میں تدلیس و تلبیس اور ہر قسم کی دسیسہ کاری اور ہرزہ سرائی سے بھی گریز نہیں کیا۔

تیسرا مقصد چنانچہ انھوں نے درسی کتابوں میں تاریخ کو ضروری اور لازمی مضمون قرار دیا تاکہ مسلمان بچے اور مسلمانوں کی نئی نسل اپنے مذہب، تاریخ اور سلاطین سے برگشتہ ہو جائے اور فطری طور پر انکو اپنی قابل فخر تاریخ سے جو محبت و شیفتگی ہے اس جذبہ کو سرد کر دیا جائے اور ان کے قومی افتخار کو ایسا صدمہ پہونچے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ان کو بھول جائیں۔

ان مقاصد کے ماتحت انھوں نے حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی کو ہدف تولیس بنایا اور سیرت طیبہ پر طرح طرح کے الزامات و اعتراضات کی یورش کی انکے بعد خلفاء راشدینؓ، صحابہ کرامؓ اور سلاطین کو ہر طرح مطعون کرنے کی کوشش کی سلاطین اسلام اور ان کی حکومتوں کو ظالمانہ و جابرانہ ثابت کرنے کیلئے ہر طرح کا الزام روا رکھا اور اس میں کذب و افتراء سے دریغ نہیں کیا اور تاریخ کے ذریعہ مسلمانوں کے علمی و دینی سیاسی اور تمدنی کارناموں کو اسقدر بدنما اور بد منظر بنا کر پیش کیا کہ خود مسلمانوں کو بھی اپنی تاریخ سے نفرت ہونے لگی مسلمان طلبہ مدارس میں جب تاریخ کی کتابیں پڑھتے تو اپنے بادشاہوں کے گھناؤنے واقعات پڑھ کر شرم سے سر جھکا لیتے ان کوششوں سے ایک وقت ایسا بھی آیا کہ کچھ مسلمان اپنے مذہب سے اپنی تاریخ سے اور بادشاہوں سے نادانستہ برگشتہ و متنفر ہو گئے اور مزید غضب یہ ہوا کہ پیروی مغرب کا جذبہ بھی پیدا ہو گیا، علامہ شبلی ایک جگہ لکھتے ہیں:

"یورپ کے بے درد واقعہ نگاروں نے سلاطین اسلام کی غفلت شعاری، عیش پرستی سیہ کاری کے واقعات کو اس قدر بلند آہنگی سے تمام عالم میں مشہور کیا کہ خود ہمیں کو یقین آچلا اور تقلید پرست تو بالکل یورپ کے ہم آہنگ ہو گئے"

(مقالات شبلی ج ۴ ص ۸۲)

یورپ کی ان تمام سرگرمیوں اور ریشہ دوانیوں کا اثر دوسرے اسلامی مقبوضات کی طرح ہندوستان میں بھی ہوا۔ یہاں ۱۸۵۷ء کے انقلاب سے پہلے ہی عیسائی مشنریوں نے اسلام کے خلاف نفرت وعداوت اور عیسائیت کی تبلیغ واشاعت کا کام شروع کر دیا تھا انقلاب کے بعد جب ملک پر انگریزوں کا مکمل اقتدار ہو گیا تو انھوں نے اپنی ساری قوت وتوجہ اپنے اصل اغراض ومقاصد پر مرکوز کر دی فرق صرف یہ ہوا کہ عیسائی مشنریوں کے عمل کے برعکس انھوں نے اپنے اغراض فاسدہ پر علمی تحقیقات کا غلاف چڑھا لیا اور بظاہر اسلام اور مسلمانوں کے عقائد وخیالات اور تاریخ کے ساتھ بڑا اعتناء کیا جاتا انکا اصل دور پردہ اس کی بیخ کنی میں مصروف تھے یورپ کی ان چیرہ دستیوں اور سازشوں کو علامہ شبلی نے سمجھا اور اس میدان میں انکو اولیت اس طرح حاصل ہوئی کہ انھوں نے یورپ اور عیسائیت کے خلاف مورخانہ قلم اٹھا کر انکی غدہ کاریوں کا پردہ فاش کیا اور انکی بددیانتیوں اور علمی خیانتوں کا جواب نہایت محققانہ انداز میں بلکہ انھیں کے اسلوب میں دیا اور پورے اعتماد واعتبار کے ساتھ بتایا کہ مسلمانوں نے دنیا کے علوم وفنون کو کس طرح ترقی دی اور تہذیب انسانی کو کس بلند مقام تک پہونچایا ان کے شاگرد خاص مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"ایسے ہوشمند حریفوں کیلئے ساری دنیا اسلام میں جو شیر دل اسلام کی صف میں سب سے پہلے نکلا وہ مولانا شبلی ہی تھے جنھوں نے ان ہی کے طریقے سے ان ہی کے اسلوب پر انکو جواب دینا شروع کیا اور بتایا کہ اسلام کے فیض وبرکت کی فرح بخش ہواؤں نے دنیا کے علم وتمدن کی بہاروں کو کیسے دوبالا کیا اور یونانیوں، ایرانیوں اور ہندوستانیوں کے مردہ علوم میں کیونکر اپنی محنتوں اور تحقیقوں سے جان ڈال دی۔"

(حیات شبلی ص ۲۵)

تاریخ نگاری کے مقاصد

فن تاریخ کو اگرچہ علوم انسانی میں ابتداء سے اہمیت حاصل رہی ہے لیکن عربوں نے خاص طور سے اس فن کے ساتھ بڑا اعتناء کیا اور جب اسلام کا ظہور ہوا اور اسلامی تہذیب وتمدن کا کارواں نئی منزلوں کی تلاش میں رواں دواں ہوا، تو مسلمانوں نے اپنے پیغمبر کی سیرت، سوانح اور فضائل واخلاق کے ساتھ اسقدر اعتناء کیا کہ کسی اور قوم نے اپنے مذہبی رہنما کے ساتھ نہیں کیا ہوگا اور بقول علامہ شبلی "صحت کے لحاظ سے کسی صحیفہ آسمانی (سوائے قرآن) نہ ہو سکا اور وسعت وتفصیل کے لحاظ سے حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال وضع قطع، شکل وشباہت، رفتار وگفتار، مذاق طبیعت، انداز گفتگو، طرز زندگی، طریق معاشرت، کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، ہنسنے بولنے کی ایک ایک ادا محفوظ رہ گئی۔" (سیرۃ النبی، دیباچہ ص ۴)

سیرۃ النبی سے اس غیر معمولی اور بے مثال تعلق کے علاوہ مسلمانوں نے عام فن تاریخ کے ساتھ کم اعتناء نہیں کیا بلکہ اس فن کو ان بلندیوں تک پہونچایا جسکی مثال بلاشبہ دنیا کی کسی قوم کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔ علامہ شبلی کے الفاظ میں "ہمارے لٹریچر کا ہر جملہ گویا قومی تاریخ کا ایک مختصر سا متن تھا"۔ (المامون ص ۶)

انقلابات زمانہ سے فن تاریخ کی اہمیت جملہ علوم وفنون میں سب سے بڑھکر ثابت ہوتی رہی اور گزشتہ دو تین صدیوں میں تو یہ ہر قوم کی علمی ترقی کا معیار وپیمانہ بن گئی وجہ ظاہر ہے قومیت اور قوم پرستی کے نئے جذبات کو اس فن سے زیادہ اور کس سے مہمیز وتحریک ملتی؟ علامہ شبلی نے اسی لئے بجا کہا ہے کہ "یہی ایک چیز ہے جو قومی فیلنگ (جذبہ) اور قومی جوش کو زندہ رکھ سکتی ہے اور اگر یہ نہیں تو قوم قوم نہیں"۔

(المامون ص ۸)

ایکا ذاتی حق تھا اور ایسا اس لئے ہوا کہ علماء جو تاریخی ذخیرے کے مالک تھے انکی طرف متوجہ نہ ہوئے تصنیف و تالیف ایک طرف خط و کتابت کرنا بھی عار سمجھتے رہے اور عرصہ تک صحرائے عرب اور بہارستان فارس کا خواب دیکھتے رہے"۔ (المامون ص ۷)

علامہ شبلی کو یہ بھی احساس تھا کہ نئی نسل کی خواہش اور کوشش تھی کہ اردو کو ترقی دیجائے اور اپنی ملکی زبان کو ترقی کے اعلیٰ رتبہ تک پہونچایا جائے اس کوشش و خواہش سے ملک میں نشاء پردازی اور تصنیف و تالیف کی ایک لہر اٹھی چونکہ نئی نسل عربی سے بیگانہ تھی اسلئے قومی تاریخ کے اصلی خزانے اس کی آنکھوں سے پوشیدہ رہے اور وہ مجبوراً تذکروں اور ناولوں کی طرف جھک گئے اور اردو میں تاریخی سرمائے کا اضافہ نہ ہو سکا۔ (المامون ص ۷ ـ ۸)

اردو زبان کی اس کم مائیگی نے علامہ شبلی کو اردو زبان میں اسلامی حکومتوں کی مفصل اور بسیط تاریخ لکھنے پر آمادہ کیا مگر چونکہ یہ کام تنہا انکے بس کا نہ تھا انھوں نے اسے مختصر کر کے نامور فرمانروایان اسلام کے حالات و کارنامے اور ان کے عہد کی تاریخ تک محدود کر دیا، ہیروز کے انتخاب میں انھوں نے نہایت غور و فکر اور تدبر سے کام لیا، اور ایسے حکمرانوں کا انتخاب کیا جو واقعی عظمت حکومت و سلطنت کے لحاظ سے اپنا ہمسر اور ثانی نہیں رکھتے تھے ان حکمرانوں کے عہد کی اگر تاریخ مکمل ہو جاتی تو پوری اسلامی تاریخ کا ایک واضح دلکش اور صاف و شفاف رخ سامنے آجاتا افسوس کہ علامہ شبلی اپنی غیر معمولی مصروفیات اور شاید زندگی کے مختصر ایام کی وجہ سے پورا نہ کر سکے۔

علامہ شبلی کی تاریخ نگاری کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اسلام کے اصول و عقائد اسلام کے علوم و فنون اسلامی تاریخ و تہذیب، سلاطین اسلام اور سیرت نبویہ پر یورپ کے اہل قلم اور مورخین نے اپنے تعصب کی وجہ سے جو الزامات لگائے تھے ان کا انہی کے انداز اور اسلوب پر جواب دیا جائے اور ان کے کذب و افتراء کی نہایت پر زور

ہندوستان کے مسلمانوں کی قومی تاریخ کا سارا سرمایہ گذشتہ صدی تک ان زبانوں میں محفوظ تھا جو ماضی میں گو ہماری زبانیں تھیں لیکن اب عوامی زندگی میں اپنی اہمیت محدود کر چکی تھیں جو زبان اب ہندوستان کی عام ضرورتوں کی کفیل تھی اس کا دامن قومی تاریخ کے خزانے سے خالی تھا، اس نے علامہ شبلی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ وقت آگیا ہے کہ اب اردو کا دامن قومی تاریخ سے پر ہونا چاہیے۔

یہاں یہ واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شبلی تاریخ اسلام کو اپنی قومی تاریخ سے تعبیر کرتے تھے اور ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد کی تاریخ کو اسی تاریخ کا ایک ضروری حصہ سمجھتے تھے، وہ المامون کے دیباچہ میں لکھتے ہیں!

"آج جو زبان ہماری عام ضرورتوں کی کفیل ہے اسکے خزانے میں قومی تاریخ کا جسقدر سرمایہ ہے ضرورت سے کم ہے ہندوستان کی بہت سی تاریخیں لکھی گئیں اور مغلیہ، تیموریہ کے کارنامے بڑی آب و تاب سے لکھائے گئے لیکن ظاہر ہے کہ ہندوستان کی مجموعی تاریخ بھی ہماری قومی تاریخ کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے ......

اسلام کو تیرہ سو برس سے کچھ اوپر ہوئے اس وسیع مدت میں اسکی فتوحات کہاں کہاں پہونچیں کس کس کو اس نے تاج و تخت دیا کتنی سلطنتیں قائم کیں کبھی بنو امیہ کو عروج ہوا کبھی عباسیہ کا ستارہ چمکا آج دیلم نے تاج و تخت سر پر رکھا کل سلجوق کا علم اقبال بلند ہوا، کبھی ایوبیہ نے روم و شام کے دفتر الٹ دیے کبھی ملشین اٹھے اور یورپ کو پامال کر آئے اگرچہ یہ خاندان مختلف ملک اور مختلف نسل سے تھے لیکن اسلامی اتحاد نے ان سب کو ایک قوم کر کر پکارا اور انھیں کے رزم و بزم کے کارنامے ہماری قومی تاریخ بن گئے۔ (المامون ص ۲ ـ ۷)

علامہ شبلی کا خیال ہے کہ اردو، عربی و فارسی کو چھوڑ کر ہماری قومی زبان بنی ہے اس کے باوجود وہ اس خاصہ (یعنی تاریخ) سے محروم ہے جو قائم مقامی کی حیثیت سے

اندازمیں تردید کی جائے تاکہ انکے اعتراضات والزامات کی کم مائیگی عیاں ہو اور اسلام کی سچی اور صحیح تعلیمات دنیا پر واضح ہو جائیں، علامہ شبلی یہ بھی چاہتے تھے کہ یورپ نے اسلام اور مسلمانوں پر جو تنقید و تنقیص کی یلغار کی جس نے نئی نسل کو اسلام سے بیزار کر دیا ہے اور وہ یورپ کی ہر اچھی بری ادا پر جان دیتے ہیں ان کے سامنے اسلام اور مسلمانوں کے قابل فخر، پر عظمت اور عظیم الشان کارناموں کو پیش کیا جائے اور انھیں بتایا جائے کہ اسلام کے فیض و برکت کی فرح بخش ہواؤں نے دنیا کے علم و تمدن کی بہاروں کو کس طرح دوبالا کیا اور مسلمان حکمرانوں نے کیسے کیسے کارنامے انجام دیے۔

تاریخ نگاری میں علامہ شبلی کے پیش نظر یہ مقصد بھی تھا کہ ہندوستان کے ۱۸۵۷ء کے ناکام انقلاب اور شکست نے ہندی مسلمانوں کو جس احساس کمتری اور زبوں حالی میں مبتلا کر دیا ہے جس سے وہ خوف اور دہشت زدہ ہیں انھیں تاریخ کے ذریعہ انکی عظمت رفتہ یاد دلا کر انکے دلوں سے احساس کمتری کو دور کیا جائے انگریز ہندوستان میں اپنی حکومت کو باقی رکھنے اور انکے حدود کو وسیع کرنے کیلئے اپنے مورخین سے ایسی تاریخیں قلمبند کرا رہے تھے جس سے ہندوؤں اور مسلمانوں میں نفرت اور انتشار اور پراگندگی پیدا ہو اور دونوں ایک دوسرے سے برسر پیکار ہو کر آپس میں الجھے رہیں اور کبھی متحد ہو کر انکے مقابلہ میں صف آرا نہ ہو سکیں اس مقصد کی بر آوری کیلئے انھوں نے سلاطین ہند خصوصاً اورنگزیب عالمگیر کی شخصیت اور انکی حکومت پر زور و شور کے ساتھ الزامات کی یورش کی، عالمگیر اور انکی حکومت کو ہر طرح سے مطعون کیا اور اسکے ذریعہ دونوں قوموں میں بھرپور نفرت پیدا کرنے کی کوشش کی، علامہ کی تاریخ نویسی کا ایک مقصد اس قومی تفریق کو ختم کرنا بھی تھا۔

بہر حال یہ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ علامہ شبلی نے جو بھی علمی خاکے تاریخ کے پس منظر میں تیار کیے اور ان میں رنگ بھرنے کی کوشش کی ان سب میں بنیادی عوامل و مقاصد وہی تھے جن کا ذکر اوپر مختصراً کیا گیا۔

نام نہاد سیکولر لیڈران کا کردار

ڈاکٹر محمد اجمل، دہرہ دون

"ہم انتہا پسندی اور تشدد کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ دنیا کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے"۔ (اوباما، اٹل بہاری واجپائی)

"کشمیریوں نے جہاد اور مذہبی انتہا پسندی کو ٹھکرا دیا ہے۔ وہ صوفی ازم اور رشیت پر یقین رکھنے والے لوگ ہیں"۔ (جنرل ملک)

"مسلم انتہا پسندی طالبان کی ہو یا الجیریا کی وہ ساری دنیا کے لئے خطرہ ہے۔ سب کو مل کر اس کا مقابلہ کرنا چاہئے"۔ (اندر کمار گجرال، سابق وزیر اعظم ہند)

"ہندوستان میں سیکولرازم کی حکومت ہے۔ مسلمانوں کو وہاں مساوی حقوق حاصل ہیں۔ مسلم انتہا پسندی ترقی کے لئے اور ہمارے لئے خطرہ ہے۔ ہمیں اس کے خلاف مشترکہ جنگ لڑنی ہے"۔ (مسٹر آر کے نارائن، صدر ہندوستان)

مذکورہ بالا بیان ہندوستان کے اہم ترین ذمہ داروں کے ہیں، اگر ان بیانوں کی روشنی میں ان سیکولر، منافقین کے کردار کا تجزیہ کیا جائے تو عقل حیران رہ جاتی ہے کہ کس طرح یہ لوگ ہٹلر کے پروپیگنڈہ کو بھی مات کر رہے ہیں۔

جس ملک کا وزیر اعظم اس پارٹی سے تعلق رکھتا ہو جس نے صرف مذہبی نفرت کی بنا پر حکومت حاصل کی ہے، جس کا وزیر داخلہ ہندوستان کے طول و عرض میں رتھ یاترا نکال کر پورے ملک کو غارت گری اور لوٹ مار، زنا و بدکاری اور آخر کار خانہ خدا "بابری مسجد" کی شہادت کا باعث ہوتا ہے، جس کا وزیر برائے فروغ وسائل انسانی

دن رات مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتا رہا اور اس کی جونیئر وزیر نے کون سا ایسا جھوٹ اور نفرت کا لفظ ہے جو مسلمانوں کے خلاف نہ استعمال کیا ہو۔ جس کے دور حکومت میں تعلیم، تفریح، اطلاعات، تاریخ ہر انتظام کو ہندو مشرکانہ مذہب کو "تہذیب" کے نام پر بلاجبر تھوپا جا رہا ہے وہ مسلم حکمرانوں کو سیکولرازم کا درس دیتا ہے؟

جس ملک کی فوج کی معتدبہ اکثریت آر ایس ایس کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہو اور جس کی بحریہ کا سربراہ کھلے عام یہ کہہ رہا ہے کہ ہندوستانی فوج میں آر ایس ایس کی حمایت اس سے زیادہ ہے جتنا کوئی سوچ سکتا ہے۔ جس فوج کے پچیس جنرلوں نے ایک ہی میں (فروری ۱۹۹۳ء میں) بی جے پی میں شمولیت اختیار کی ہو، جس فوج سے سبکدوش فرد پر مشتمل پروا سینک سنگٹھن کی بارہ ریاستوں میں شاخیں ہیں اور بچوں سے لے کر لڑکیوں تک کو وہ لوگ پونا اور دہلی میں عسکری تربیت دے رہے ہوں اور فوج کا سربراہ مسلمانوں کو شیعیت اور صوفی ازم کے ذریعہ کون سی خوراک پلانا چاہتا ہے؟

سی بی آئی کے سابق ڈائرکٹر سردار جوگیندر سنگھ جنہوں نے یکم اکتوبر کو آر ایس ایس نے ہیڈکوارٹر ناگپور کے وجے دشمی پریڈ میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی اور آر ایس ایس کی فوج کی سلامی قبول کی۔ آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ فسطائیت کی سازشوں کے تانے بانے کہاں تک پھیلے ہوئے ہیں۔

جس ملک میں پرامن الیکشن کے ذریعہ اسلام پسند مسلمان حکومت حاصل کرنے کے قریب تھے اس ملک میں فوج نے قوت کے بل پر ان کو حکومت میں آنے سے روکا اور اس طرز عمل کی حمایت مسلمانوں اور اردو کے بہت بڑے بہی خواہ اندر کمار گجرال کر رہے ہیں، طالبان سے ڈر رہے ہیں مگر اپنے دور حکومت میں ہندو، انتہا پسندوں اور ظالموں کو سزا نہیں دلوا سکے، وہ ہند میں پھلتے پھولتے رہے۔

آر کے نارائن صاحب یہ بتانا بھول گئے کہ تیرہ کروڑ آبادی کو برابر کے حق حاصل ہیں، مگر ان کا تناسب کالجوں میں اور تعلیمی اداروں میں، تجارت میں، منظم زراعت میں، مرکزی حکومت میں، پولیس میں، ملٹری میں I.F.S. و I.A.S. میں کتنا ہے؟

ترکی کی فوج اور حکومت کو اس بات کی شہ دی کہ وہ اسلام پسندوں کو کچلے جیسا کہ وہ کچل رہی ہے مگر ہند میں ہندوستانی فوج میں آر ایس ایس کو بالواسطہ یا بلاواسطہ بڑھاوا دینا کون سے سیکولرزم کی بات ہے؟ ترکی کی فوج نے کم از کم منافقت تو نہیں کی، سیدھے سیدھے اسلام دشمنی کی، مگر کیا ہند کی پولیس اور فوج میں اتنی خودداری ہے کہ وہ کارسیوکوں کو روک سکے؟ وہ سورت اور بمبئی میں مسلمانوں کی بربادی کا تماشہ دیکھتی رہی اور پھر بھی سیکولر بنی رہی۔ اس کے بجائے وہ مسجد کے شہید کرنے والوں کو اپنی حفاظت میں ان کے گھروں تک پہنچاتی رہی، اور شہادت اور جان و مال کے نقصان پر غم و غصہ کا اظہار کرنے والے حرماں مسلمانوں کے سینوں پر نشانہ آزماتی رہی۔ مگر نارائن صاحب اور ملک صاحب کی فوج و پولیس پھر بھی سیکولر ہے تو گویا کہ ....

ہندوازم کو بڑھاوا دینا سیکولرزم ہے اور اسلام کی بات کرنا دہشت گردی ہے جس کو سب کو مل کر کچلنا چاہئے۔ یہ ہے وہ فریب خارجہ اور اندرونی پالیسی کا جس کے ذریعہ مسلم دنیا کو "معتدل اور انتہا پسندوں" کی تقسیم کی لعنت میں گرفتار کراتا ہے اور خود اپنے یہاں ہندوازم کے فروغ کے نام پر مسلم دشمنی اور مسلم طاقت کا ہوا کھڑا کر کے ایک غیر منظم مذہب کو متحد و منظم کرتا ہے۔ یہ اس ساری خارجہ اور اندرونی پالیسی کا نچوڑ ہے جس پر بلا رکاوٹ حکومت ہند مسلسل پچاس برسوں سے عمل کر رہی ہے۔ عالم اسلام سے بے انتہا فائدہ اٹھانے کے باوجود دوستی اسرائیل سے ہوتی ہے، چالیں اس سے سیکھی جاتی ہیں۔

دوستو! ان حالات میں جب بار بار اسلام کا نام آئے گا تو وہ دشمنوں کے منشا کے عین خلاف اسلام کے لئے لوگوں میں دلچسپی پیدا کرے گا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اس دینِ فطرت اور پیغامِ فلاح سے متعارف کرانا ہماری حقیقی ذمہ داری ہے۔ امت کو اس ذمہ داری سے آگاہ کرنا ہے۔ اسے منظم کرنا ہے۔ اسے تقسیم کرنے کی سازشوں سے آگاہ کرنا ہے۔ اسے سیکولرزم اور کفر کی لعنت سے بچانا ہے۔ دنیا بھر کے مظلوم مردوں، عورتوں اور بچوں کو بتانا ہے کہ اسلام کا یہی نظامِ عدل ہے جو دنیا سے ظلم و استحصال، رنگ و نسل کے تعصبات، شرک و کفر کی لعنت، انسانیت کی تذلیل کا کلی طور پر خاتمہ کر سکتا ہے۔

تعزیتی بیان

۱۳؍ نومبر ۱۹۹۸ء بروز جمعہ عصر حاضر کے عظیم رہنما و مفکر اسلام اور زبردست عالم دین مولانا صدر الدین اصلاحی کے سانحۂ وفات پر صدر انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح مولانا رحمت الله اثری فلاحی مدنی صاحب نے اپنے تعزیتی بیان میں گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا جماعت اسلامی کے رکن رکین تھے۔ تاسیس میں بھی آپ کا ایک گونہ رول رہا ہے۔ جماعت کی فکر کو مدلل اور باوزن بنانے میں بھی آپ کا بنیادی اور نمایاں رول ہے۔ آپ کی کتابیں "اسلام ایک نظر میں" "دین کا قرآنی تصور" "اساسِ دین کی تعمیر" "معرکۂ اسلام و جاہلیت" "تحریک اسلامی ہند" "اسلام اور اجتماعیت" "مسلمان اور امامت کبریٰ" وغیرہ انتہائی عظیم الشان ہیں جن کی دوسری زبانوں میں بھی نظیر نہیں ملتی۔ مایہ ناز تفسیر "تفہیم القرآن" کی جامع و مانع "تلخیص" بھی آپ کا عظیم کارنامہ ہے۔ جامعۃ الفلاح کی انتظامیہ کے تاحیات تاسیسی ممبر رہے اور برابر رہنمائی فرماتے رہے۔ کئی سال بحیثیت ناظم بھی خدمات انجام دی ہیں۔ انجمن طلبۂ قدیم سے بھی آپ کو خاص لگاؤ تھا۔ برابر قیمتی مشوروں اور تعاون سے نوازتے رہتے تھے۔ مولانا مرحوم کے انتقال سے ہم تمام ابنائے قدیم شجر سایہ دار سے محروم ہو گئے ہیں۔ الله موصوف کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عنایت فرمائے اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چل کر ملک و ملت کیلئے کار آمد بننے کی توفیق دے۔ آمین!

نصرانیت (۷)

انیس احمد فلاحی

نصرانیت کے انحراف کے اسباب

نصرانیت الله کا بھیجا ہوا ایک آسمانی مذہب تھا۔ توحید اور خالص الله کی عبادت اس کی بنیادی تعلیم تھی۔ لیکن موجودہ نصرانیت تمام تر بت پرستی کی دعوت ہے جس میں برائے نام بھی توحید کی کوئی نشانی نہیں پائی جاتی۔ اب یہ بدل کر عقل و فطرت کے خلاف ہو چکا ہے۔ اس انحراف کے متعدد اسباب ہیں جن میں اہم درج ذیل ہیں:

۱۔ مظلومیت نصرانیت کے حق سے انحراف میں عیسائیوں کی مظلومیت کو بڑا دخل رہا ہے۔ یہ بات معلوم و مشہور ہے کہ یہودی اور رومانی مسیح علیہ السلام کے قتل کے درپے تھے۔ مسیح علیہ السلام کے بعد انہوں نے ان کے متبعین پر عرصۂ حیات تنگ کیا اور مسلسل تین صدیوں تک ان کو مبتلائے عذاب و اذیت رکھا۔ یہاں تک کہ ملک قسطنطین کا دور آیا تو اس نے ان کے ساتھ ہمدردی جتائی اور خود بھی نصرانی ہو گیا۔ اس کے بعد نصرانی ایک دوسری طرح کے ظلم و عدوان کا شکار ہو گئے۔ تثلیث کے قائل نصرانیوں نے تثلیث کے مخالف عیسائیوں کو ظلم و جور کا تختۂ مشق بنایا اور تثلیث کے مخالف نظریات اور اناجیل کو جلایا اور مسترد کیا گیا۔ ظلم و جور کا یہ سلسلہ یورپ کی بیداری اور کلیسا کے خلاف بغاوت تک جاری رہا۔ اس ظلم و عداوت کی وجہ سے صحیح نصرانیت کے نشانات رفتہ رفتہ مٹتے گئے اور انجیل بھی ضائع ہو گئی۔ اس کی سندیں ختم ہو گئیں اور حق کی آواز دب کے رہ گئی۔

۲۔ انجیل کا ضیاع اور سند کا خاتمہ گزشتہ فصلوں میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ موجودہ اناجیل کو عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی لائی ہوئی انجیل و تعلیمات سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی واضح ہو چکی کہ رفع مسیح کے بعد تدوین انجیل کی کوئی کوشش عیسائیوں کی جانب سے نہیں کی گئی۔ ایک طویل مدت تک اسے موخر کرتے رہے۔ اس سے زمانہ دراز کے بعد جب انجیل مدون ہو کر سامنے آئی تو لوگوں کو یقینی طور پر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس کا مدون و مرتب کون ہے اور یہ معلومات اس نے کن ماخذ سے حاصل کی تھیں۔ اس چیز نے نصرانیت کو اس کے جادۂ حق سے منحرف کر دیا کیونکہ انکے مدونین معصوم نہیں تھے اس لئے ان سے غلطیاں بھی ہوئیں اور غلط فہمی کا شکار ہوئے۔ اسکے علاوہ عام انسانی عوارضات کو بھی مد نظر رکھا جائے تو کہنا پڑتا ہے کہ جس دین کی اساس ایسی شخصیوں سے پر کتاب پر ہو وہ دین خالص نہیں معجون مرکب ہوتا ہے۔

پولس رسول کی تحریفات پولس رسول مذہباً یہودی تھے۔ طرسوس میں پیدا ہوئے جو اس وقت یونانی فلسفہ کا ایک اہم مرکز تھا۔ پھر یروشلم آئے جہاں یہودی مذہب کی تعلیم حاصل کی اور جلد ہی اس کے عالموں میں ان کا شمار ہونے لگا۔ مسیح علیہ السلام کی بعثت کے بعد مسیحیت اور مسیحیوں کے آپ شدید ترین مخالفوں میں سے تھے۔

عیسائیت کے تئیں آپ کی معاندانہ سرگرمیوں کا رسولوں کے اعمال میں جگہ جگہ تذکرہ موجود ہے۔ باب ۸ / ۳ میں ہے: "اور ساؤل کلیسا کو اس طرح تباہ کر رہا تھا کہ گھر گھر گھس کر اور مردوں اور عورتوں کو قید کراتا تھا۔" باب ۹ / ۱ میں ہے: "اور ساؤل جو ابھی تک خداوند کے شاگردوں کو دھمکانے اور قتل کرنے کی دھن میں تھا سردار کاہن کے پاس گیا۔"

جب ساؤل کو یہ احساس ہو گیا کہ ظلم اور بربریت سے عیسائیت کی بیخ کنی ممکن

نہیں تو اس نے اس دین حق کی کایا پلٹ دینے اور توحید خالص کو شرک و کفر میں بدل دینے کا فیصلہ کیا چنانچہ اس نے اس مقصد کے حصول کے لئے عیسائیت میں اپنے دخول کا اعلان کیا جس کا تذکرہ لوقا نے رسولوں کے تذکرہ میں ان الفاظ میں کیا ہے:

"جب وہ سفر کرتے کرتے دمشق کے نزدیک پہنچا تو ایسا ہوا کہ اچانک آسمان سے ایک نور اسکے اردگرد آچمکا اور وہ زمین پر گر پڑا اور یہ آواز سنی کہ اے ساؤل تو مجھے کیوں ستاتا ہے؟ اس نے پوچھا، "اے خداوند! تو کون ہے؟" اس نے کہا، "میں یسوع ہوں جسے تو ستاتا ہے۔" "مگر اٹھ شہر میں جا اور تجھے جو کرنا چاہئے وہ تجھ سے کہا جائے گا۔" (۹ / ۳۔۷)

اس طرح بلا دلیل لوگوں سے اس قصہ کا تذکرہ کر کے اس نے مسیحیت میں اپنے دخول کا اعلان کیا۔ البتہ حواریوں کو اس کی شدید معاندانہ سرگرمیوں کی وجہ سے اس کے ایمان پر اعتبار نہ آیا۔ لیکن برنباس نے اسکے اخلاص و ایمان و آگہی کی گواہی دے کر حواریوں کی خدمت میں پہنچایا۔ (دیکھئے اعمال الرسل ۹ / ۲۶۔۲۷) اس کے بعد نصرانیت کی تبلیغ و اشاعت میں اس نے اس قدر سرگرمی دکھائی کہ نصرانیت کا ایک اہم بنیادی ستون بن گیا۔ مشرق و مغرب میں گھوم گھوم کر اس نے عیسائیت کی دعوت دی۔ مختلف علاقوں اور شہروں میں اس نے دعوتی خطوط بھیجے جن میں حواریوں اور شریعت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق حیرت انگیز باتیں اس نے درج کیں۔

پولس کی اہم تحریفات پولس نے نصرانیت میں درج ذیل اہم تحریفات کی ہیں۔

۱۔ الوہیت مسیح ۲۔ عقیدہ کفارہ ۳۔ نصرانیت ایک عالمی مذہب ہے۔

۴۔ تدفین کے بعد عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوا تھے اور عرش الٰہی پر پہنچ کر خدا کے دائیں جانب جا بیٹھے۔

یہ وہ اہم حقائق و مبادی ہیں جن کی جانب پولس نے دعوت دے کر نصرانیت کی پوری بساط ہی الٹ دی اور توحید کو شرک سے اور حق کو باطل سے بدل ڈالا۔

پولس نے جب اپنی ان تحریفات کی تبلیغ شروع کی تو حواریوں اور دیگر مسیحیوں نے اس کی شدید مخالفت کی۔ جس کا تذکرہ خود اس نے اپنے اس خط میں کیا ہے جس کو اس نے اپنے شاگرد "تمتھیس" کے پاس بھیجا تھا۔ الفاظ ملاحظہ ہوں:

روح القدس کے وسیلہ سے جو ہم میں بسا ہوا ہے اس اچھی امانت کی حفاظت کر۔ تو یہ جانتا ہے کہ ایشیا کے سب لوگ مجھ سے پھر گئے۔" (۲/ ۱۴)

عیسائیت کی ابتدائی تین صدیوں میں پولس کے مخالفین کی تعداد اور اس کا اثر و رسوخ پولس کے اثرات سے کسی طرح کم نہیں تھا۔ البتہ پولس کے افکار و نظریات کو رومیوں، یونانیوں اور مغربی یورپ میں خوب پذیرائی حاصل ہوئی کیونکہ ان کی غالب اکثریت مشرک تھی اور یہ نظریات شرک و کفر سے بڑی حد تک ہم آہنگ تھے۔ البتہ چوتھی صدی مسیح کے اوائل میں جب عیسائیت بوزنطینی سلطنت کا سرکاری مذہب قرار پایا گیا تو نیقیہ کی پہلی کونسل میں پولس کے خیالات کی قسطنطین نے تائید کر دی اور اس طرح پولس کی حامی جماعت حکومت پر غالب آگئی اور اس نے اپنے مخالفوں کو بزور قوت کچل ڈالا اور وہ تمام مواد بھی ضائع کرنے کی بھرپور کوشش کی جس سے پولس کے مخالفین استدلال کر سکتے تھے اور اس طرح پولس کا یہ نیا دین سرکاری سرپرستی اور حمایت کی وجہ سے پھیلتا چلا گیا اور رفتہ رفتہ اصل دین عیسوی کا نام و نشان بالکل مٹ گیا۔ اس طرح یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ نصرانیت کے انحراف کے اسباب میں سے ایک اہم سبب قسطنطین کی مداخلت بھی رہی ہے۔

۴۔ عیسائی کونسلیں عیسائی کونسلوں کی تفصیلات پہلے بیان کی جا چکی ہیں۔

اناجیل اربعہ کو قداست کا درجہ دینے اور بقیہ اناجیل کو مسترد کرنے نیز عیسائیت کے پیچھے ہوئے موجودہ عقائد و نظریات کی ترتیب و تدوین میں ان کانفرنسوں کا اہم رول رہا ہے جو کسی بھی صاحب نظر سے مخفی نہیں ہے۔

حواشی

اس قسط کی تیاری میں درج ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے

۱۔ المسیح فی القرآن ص ۲۲۰ ۲۔ اہم عوامل انحراف النصرانیہ ص ۱۲۸

۳۔ الادیان والفرق والمذاہب المعاصرۃ ص ۳۵ ۴۔ محاضرات فی تاریخ النصرانیہ ص ۱۱۰

۵۔ مقدمہ اظہار الحق از تقی عثمانی ۱۴۰۔ ۱۷۷ ۶۔ دراسات فی الادیان سعود بن عبد العزیز الخلف ۷۔ عہد نامہ جدید (رسولوں کے اعمال)

مولانا سید حامد حسینؒ نمبر
ماہنامہ "حیات نو" کی خصوصی پیشکش
"مولانا سید حامد حسینؒ نمبر" کے
کچھ شمارے دفتر میں موجود ہیں
خواہش مند حضرات اس کی قیمت
۲۰ روپے بھیج کر حاصل کر سکتے ہیں

شرح اشتہارات
آخری صفحہ ٹائٹل ۱۰۰۰
اندرونی صفحہ ٹائٹل ۶۰۰
آخری صفحہ ٹائٹل اندرونی ۶۰۰
پورا صفحہ (اندرونی) ۵۰۰
نصف صفحہ (اندرونی) ۲۵۰
چوتھائی صفحہ (اندرونی) ۱۵۰

پتہ: منیجر "حیات نو" جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ ۲۷۶۱۲۱ (یو پی)
Phone : 05466-25115

ذکر جلیلؒ (۴)

عبد الرب اثری فلاحی

مولانا اور ادب

مولانا مرحوم قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ عربی ادب کے بھی زبردست اسکالر تھے۔ مولانا ہندوستان کے ان چند گنے چنے لوگوں میں سے ایک تھے جو عربی ادب وانشاء پر پورا عبور رکھتے تھے اور ان کی عربیت پر عجمیت کا شبہ تک نہ ہوتا تھا۔ مولانا اعزاز علی اور مولانا ناظم ندویؒ جیسے ادیب الادباء کی صحبت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا تھا اور اس میں کامل وخاص دستگاہ ہو گئی۔ جاہلی کلام کے سلسلے میں جو کمی رہ گئی تھی اسکو ماہر جاہلی ادب مولانا اختر احسن اصلاحیؒ سے استفادے نے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا چنانچہ جاہلی ادب پر بھی ان کو دسترس حاصل ہو گئی۔ ادب کے بڑے نبض شناس تھے اور بڑی دقت نظر کے ساتھ پڑھتے پڑھاتے تھے۔ عربی ادب ولغت سے انھیں خاص انس تھا۔ لکھتے بھی بہت عمدہ تھے "زاد عمل"، "زاد راہ" اور "سفینۂ نجات" کے سلیس ترجمے، مختصر اور عمدہ تشریحات اس کا زندہ وپائندہ نمونہ ہیں۔

مفکر اسلام مولانا مودودیؒ نے "دار العروبہ" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا تھا جس کے مدیر مولانا مسعود عالم ندویؒ تھے۔ یہ ادارہ اردو کتابوں کو عربی میں منتقل کرنے کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ مولانا بھی اس کے رکن تھے۔ مولانا مودودیؒ کی ایک انقلابی کتاب "قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں" کا ترجمہ بھی اسی ادارے سے تعلق کے زمانے میں کیا تھا۔ اس کے علاوہ "اسلام کا نظام حیات" "اسلام کا اقتصادی نظام" اور مختلف چھوٹے چھوٹے پمفلٹ اور تقاریر کا عربی میں ترجمہ کیا تھا۔

عربی لغت میں مولانا کی دستگاہ کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے ائمہ وقت نے انکی طرف اس سلسلے میں رجوع کیا ہے اور انھوں نے وقت کی اکثر عربی ادب کی

کتابوں پر نظر ثانی کی اور اس کی تکمیل کے سلسلے میں تعاون دیا۔

مولانا مرحوم خود ایک عربی لغت ترتیب دے رہے تھے جسے قرآنی مفاہیم اور جاہلی شعراء کے اشعار کا لحاظ کر کے ترتیب دے رہے تھے جو یقیناً قرآن کے طالبعلموں کے لئے نایاب تحفے کی حیثیت رکھتا۔ اس کا کچھ حصہ مرتب شکل میں موجود بھی ہے۔ اسی طرح جمہرۃ اشعار العرب کے پورے دیوان کا مطالعہ کر کے اسکے مشکل الفاظ وتراکیب کے صحیح تحقیق شدہ معنی کا تعین کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے مختصر حواشی بھی تحریر کئے تھے جس میں جابجا اسالیب قرآنی اور نظائر قرآنی کا تذکرہ بھی ہے۔ یہ سب کچھ آج بھی مسودوں کی شکل میں موجود ہے۔

عربی اردو کی مشہور لغات میں "مصباح اللغات" ایک اہم مقام رکھتی ہے۔ مولانا مرحوم کا اس میں بھرپور تعاون رہا ہے۔ مولانا نے فی الحقیقت اس کی تکمیل میں اپنا حصہ ادا کیا تھا۔ اس کی تصحیح ونظر ثانی کا تقریباً مکمل کام آپ نے کیا تھا۔ خود مؤلف نے آپ کے تعاون کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "............ناشکری ہوگی اگر صدیق مکرم............فاضل جلیل جناب مولانا مولوی جلیل احسن صاحب ندویؒ کے احسانات سے اپنے آپ کو سبکدوش سمجھوں کہ............انھوں نے اپنے علمی فیوض سے فائدہ پہنچایا۔" (مصباح اللغات ص ۳)

مولانا بہتیرے ادیبوں کے مرکز ومرجع تھے جن کو اپنے علمی فیض سے فائدہ پہنچاتے رہتے تھے اور ایک عظیم استاد فن کی حیثیت سے مفید مشوروں سے نوازنے کے ساتھ نظر ثانی بھی کرتے تھے۔ آپ نے "محاسن الشعر" از اجمل ایوب اصلاحی کی تکمیل وتسوید میں نمایاں رول ادا کیا تھا۔ اسی طرح "القراءۃ العربیۃ" از عبد المجید اصلاحی کی تسوید کے ساتھ ساتھ اس پر مقدمہ بھی تحریر فرمایا تھا۔

مولانا کو صرف ونحو پر بھی عبور تھا۔ وقت کے اہم علماء صرف ونحو کا

درس دیا تھا اور پڑھاتے وقت ایسے ایسے نکتے بیان فرماتے کہ لوگ حیران رہ جاتے۔ درس نظامیہ سے پڑھے ہوئے کے باوجود فراہی کے ... نحو پر بھی کامل دستگاہ تھی جو مولانا اختر احسن اصلاحیؒ کی صحبت کا نتیجہ تھا۔ ... پر تالیف کردہ دوسری کتابوں پر بھی نظر ثانی کی اور مقدمہ لکھے۔ اسکے ... معارف کے حل میں بھی مدد فرمایا کرتے تھے جس کی واضح مثال جناب مولانا ایوب اصلاحی صاحب کی کتاب "تعلیم النحو" حصہ اول، دوم پر مولانا کا نظر ثانی فرمانا اور اس کا مقدمہ لکھنا ہے۔ مکتبہ جامعہ میں تو فن نحو پر خود مولانا کا بے ترتیب مسودہ موجود ہے۔

مولانا کے کتنے ہی شاگرد ہندوستان اور بیرون ہند کی نامی گرامی یونیورسٹیوں میں پروفیسر اور بہتیرے عربی کے بہترین انشاء پرداز ہیں۔ جن میں مولانا اجمل ایوب اصلاحی، مولانا سید حامد علی، مولانا عبد الباری شبنم سبحانی، مولانا ملک سعیب اللہ، مولانا سید ابو سعید عابدی و مولانا خالد حامدی وغیرہم عربی ادب و انشاء کے عظیم اسکالر ہیں اور مولانا کے اس صنف میں نمائندہ کارکن بھی، چنانچہ اپنے استاد کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے مولانا سید حامد علی صاحب رقمطراز ہیں کہ "اگر میں "فی ظلال القرآن" کی کوئی خدمت کر پا رہا ہوں اور اس کے ادب کی کوئی چاشنی آپ کو محسوس ہو رہی ہے تو میں آپ کو بتا دوں کہ "عربی زبان و ادب میں مجھے سب سے زیادہ استاد محترم مولانا جلیل احسن ندویؒ سے مدد ملی۔" (فی ظلال القرآن آخری پارہ ص ۲۴)

مولانا عام طور سے خطوط بھی عربی زبان میں لکھتے تھے۔ اس میں بھی رواں، شگفتہ، فصیح و بلیغ اور سلیس زبان استعمال کرنے کی کوشش کرتے۔ مولانا کے خطوط دلچسپ اور ادب پارے ہوتے تھے۔ انگریزی اور اردو الفاظ کو اس خوبصورتی سے عربی کا جامہ پہناتے کہ لطف پیدا کر دیتے تھے۔ خط میں ادبی چاشنی تو ہوتی ہی استعاروں اور کنایوں کی بھی بھرمار ہوتی تھی۔

مولانا اور تعلیم مولانا ایک ماہر تعلیم بھی تھے۔ اور ان کا طریقہ تدریس جاذب، فطری اور موثر تھا۔ طالب علم کی خفیہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے اور انھیں فطری طور پر نشو و نما دینے کے فن سے وہ بخوبی واقف تھے۔ مولانا پہلے خود کسی آیت، حدیث یا اشعار سے متعلق مختلف سوالات ذہن میں پیدا کر دیتے جس سے طلبہ کا انہماک اور جستجو اور بڑھ جاتا پھر خود ہی سوالات کے ایسے تشفی بخش جوابات دیتے کہ بے اختیار دل و دماغ ان کو قبول کر لیتا جب تک انھیں اطمینان نہ ہو جاتا کہ طلبہ مطمئن ہو چکے ہیں بات ان کی سمجھ میں آگئی ہے۔ تب تک وہ درس آگے نہ بڑھاتے۔ کبھی کبھی تو قرآن کی ایک آیت سمجھانے میں ہفتوں لگ جاتے لیکن سمجھانے کے بعد ہی آگے بڑھتے۔ اگر طلبہ کے حرکات و سکنات سے اندازہ ہو جاتا کہ انکی طبیعت ادھر مائل نہیں ہے تو درس روک دیتے۔ مولانا کی ایک خوبی یہ تھی کہ ایک ہی چیز کو وہ مسلسل کئی سالوں سے پڑھاتے آ رہے ہوتے تھے لیکن اس دن جتنا مطالعہ فرماتے تھے صرف اتنے ہی پر بس کر دیتے تھے اور اظہار بھی فرماتے کہ بس کرو میرا مطالعہ یہیں تک ہے۔ اگر کسی طالب علم کا درس چھوٹ جاتا تو الگ سے پڑھا دیتے۔ اگر دیکھتے کہ کوئی طالب علم شوقین ہے تو بھرپور مدد کرتے اور تعاون دیتے غیر متعلق طلبہ کی بھی رہنمائی کرتے رہتے ان کی کاپیاں طلب کر کے جانچتے رہتے۔ مولانا نسیم غازی فلاحی صاحب رقمطراز ہیں کہ "درجہ میں مولانا اپنے طلبہ کو ہر طرح سے مطمئن کرتے ان کی اچھی باتوں کو سراہتے اور ہمت افزائی کرتے، انکی چھپی صلاحیتوں کو ابھارنے کی کوشش کرتے اور بڑے ہی دلچسپ انداز میں پڑھاتے۔ میں اگر یہ کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ مولانا صاحب ایک کامیاب استاذ تھے جن کا اسوہ ہمارے اساتذہ کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔ درس و تدریس کے درمیان اٹھنے والے سوالات سے مولانا کبھی نہ جھنجھلاتے بلکہ محققانہ اور دلچسپ انداز میں جواب

دیتے اگر غیر متعلق سوال بھی مولانا سے کیا جاتا تو وہ اس کا مناسب حال جواب عنایت فرماتے۔ (ہفت روزہ دعوت نئی دہلی ۲۳/۲۹/ اگست ۱۹۸۱ء)

مولانا درس نظامیہ کے طریق تدریس کے سخت مخالف تھے جس میں یہ ہوتا ہے کہ استاد گھنٹے میں آئے اور گھنٹہ بھر متعلقہ حصہ درس پر بول کر اٹھ جائے اسکو طلبہ کے حق میں مضر بلکہ مہلک سمجھتے تھے۔ مولانا اپنے استاد خاص مولانا اختر احسن اصلاحی کی پیروی میں کہتے تھے کہ "طالب علم کی قوت تفکیر و استخراج مفاہیم اس طرز تدریس سے ختم ہو جاتی ہے۔" یہ طریقہ طلبہ کی قوت مطالعہ کیلئے تباہ کن ہوتا ہے۔ قوت مطالعہ ہر طالب علم کو اللہ نے ودیعت فرمائی ہے وہ مضمحل کر رہ جاتی ہے۔ ان کا کہنا تھا۔ متعلقہ عبارت کی صرفی و نحوی مشکلات حل کرنا، معاجم کی مدد سے الفاظ کے معانی نکالنا، اعراب صحیح کرنا پھر عبارت کا مفہوم متعین کرنا یہ سب طالب علم کے کام ہیں، استاذ کا کام صرف ارشاد و توجیہ ہے، اگر طالب علم کا متعین کیا ہوا مفہوم غلط ہے تو غلطی کس جہت سے آئی، سوچنے کا صحیح راستہ کیا ہے۔ یہ سب بتانا معلم کا کام ہے۔ معلم اگر صابر و حلیم نہ ہو، سکھلایا جانے والا ہو تو وہ اس طریق تدریس کے لائق نہیں اس کے لئے لکچر والا طریقہ ہی مناسب ہے تفکیر کی طریق تدریس کیلئے استاد کو گہرا مطالعہ اس بات کا بھی کرنا چاہئے کہ طلبہ کیا کیا مفہوم متعین کرکے لاسکتے ہیں، اور انھیں صحیح مفہوم کی راہ پر ڈالنے کیلئے کیسے موڑا جا سکتا ہے۔ یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ زیر درس عبارت طلبہ کی فکری سطح سے اونچی تو نہیں ہے، ایسی صورت میں طلبہ کو دیر تک پریشان کرنا مضر ہوتا ہے۔ مولانا کا کہنا تھا کہ "مجھے یہی طریق تدریس پسند ہے اور طلبہ کے حق میں یہی بہتر ہے۔ لیکن دار العلوم کا محاضراتی طریق تدریس تمام مدارس پر چھایا ہوا ہے۔ فراہی کے نافع تر مگر مشکل تر طریق کو اختیار کرنے والے بہت کم ہیں۔ یہیں سے یہ

بات معلوم ہوتی ہے کہ اکثریت کا کسی چیز کو اختیار کرنا مقبولیت اور افضلیت کی دلیل نہیں ہے (خضر راہ ص ۳۳ ذکری دسمبر ۷۷ء)

مولانا اکثر کہتے کہ "ہمیشہ لفظوں کو پکڑ کر چلو ہوا میں نہ اڑو" (اس کی دلیل کے لئے سورۂ یوسف آیات ۶۹ تا ۷۷ پر مولانا کا لکھا ہوا نوٹ ملاحظہ فرمائیں جو حیات نو ج ۳ ش ۲۔ ۳ ص ۱۳۔ ۱۵ پر موجود ہے۔) مولانا کا کہنا تھا کہ عبارت کے ذریعے مفہوم کی تعیین کی جانی چاہئے نہ کہ مفہوم کے ذریعے عبارت حل کی جائے۔ یہ چیزیں اور یہ اسلوب وہی ہے جسے علامہ فراہی نے اپنے شاگردوں کو سکھایا تھا۔ مولانا نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ عربی مدارس میں گذارا تھا۔ عربی مدارس کے ایک طالب علم رہ چکے تھے پھر اس سے بڑھکر آپ کی حیثیت ایک مدرس کی تھی۔ مدارس میں پھیلے ہوئے رجحانات اور ذہنی کیفیات سے کافی حد تک نالاں اور دکھی تھے ان کی خوبی وخامی پر تبصرہ کرتے ہوئے اسکے لئے سودمند پہلو کو اجاگر کرتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ ذکر آنے پر فرمایا کہ "عربی مدارس کے طلبہ قرآن و حدیث پڑھتے ہیں لیکن وہ ٹکنیک اور سماک اور وہ تگ و دو جو ان کیلئے ضروری ہے، اس سے یکسر خالی نظر آتے ہیں" "وہ ایک خاص قسم کے احساس کمتری میں مبتلا رہتے ہیں انکے اندر دین کے غالب کرنے کا نصب العین نہیں جاگتا، دوسری طرف اساتذہ میں جمود کی کیفیت ہے وہ اپنے موجودہ حالات پر قانع ہیں، ان کا بھی نصب العین واضح نہیں، یہی وجہ ہے کہ جزوی مقاصد کیلئے کام کرتے ہیں"۔ اس کے اصلاح کی سبیل بتاتے ہوئے آپ نے مزید فرمایا کہ "مدارس میں عربی اسطرح پڑھائی جائے جو قرآن کو سمجھنے میں مددگار بنے۔ قرآن کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دی جائے، اس طرح طالب علم اللہ کی کتاب کو اچھی طرح سمجھے گا، اور اپنی زندگی کا ایک مفید نصب العین متعین کر سکے گا۔ مدارس میں ایک ایسی تنظیم کی ضرورت ہے جو دعوت کی راہیں متعین کرے، اس کا سربراہ ایسا شخص ہو جو عربی مدارس کے علماء وطلبہ میں قابل اعتماد ہو۔" (حیات نو اگست ۷۹ء)

فقہ و فتاویٰ

ابوالرقم فلاحی

سوال: بعض لوگ امام کے ایک جانب سلام پھیرتے ہی اپنی چھوٹی ہوئی رکعت کی قضا کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں تو کیا ان کا عمل درست ہے یا نہیں؟

جواب: مقتدی کو خواہ وہ مسبوق ہی کیوں نہ ہو امام کے دونوں جانب سلام پھیرنے کا انتظار کرنا چاہئے کیونکہ امام کی پیروی اس پر واجب ہے۔ ارشاد رسول اللہ ﷺ ہے: انما جعل الامام لیوتم به۔ امام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی متابعت کی جائے اور ہو سکتا ہے امام کو نماز میں کوئی بھول لاحق ہو گئی ہو اور اس پر سجدہ سہو واجب ہو۔ اس لئے سجدہ سہو میں بھی امام کی پیروی کے لئے بھی انتظار کرنا ضروری ہے۔ احناف کے نزدیک امام کے دونوں جانب سلام پھیرنے تک مسبوق کا انتظار کرنا مسنون ہے اور یہی رائے زیادہ قرین قیاس ہے۔ هذا ما ظهر لي والعلم عند الله تعالى۔

سوال: تکفین کے بعد جنازہ اٹھنے سے پہلے میت کا چہرہ عام دیدار کیلئے کھولنا کیسا ہے؟

جواب: میت اگر مرد ہو یا بچہ تو جس کا جی چاہے اسکے چہرے سے کپڑا ہٹا کر دیکھ لے۔ احادیث کے ذخیرہ میں اس سے متعلق تین واقعات ملتے ہیں:

۱۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ کفار نے انکا مثلہ کر دیا تھا۔ صحابہ کرامؓ نے انکی نعش کپڑے سے ڈھانک دی تھی۔ حضرت جابرؓ نے انکے چہرے سے کپڑا ہٹا کر دیکھا اور آنحضرت ﷺ نے انکو اس سے نہیں روکا۔ (اخرجه الشیخان والنسائی والبیهقی واحمد ۳ / ۲۹۸)

۲۔ نبی اکرم ﷺ کے وفات کے بعد آپ کے چہرۂ اقدس سے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کپڑا ہٹا کر بوسہ دینے کا واقعہ (بخاری، نسائی، ابن حبان اور بیہقی)

۳۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ عثمان بن مظعونؓ کے پاس ان کی وفات کے بعد تشریف لے گئے، انکے چہرے سے کپڑا ہٹایا، بوسہ دیا اور رو پڑے۔ (ترمذی و بیہقی۔ سند کے اعتبار سے یہ حدیث حسن ہے۔ دیکھئے مجمع الزوائد ۳ / ۲۰)

یہ واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ میت اگر مرد ہو یا بچہ تو جس مرد کا جی چاہے اس کے چہرے سے کپڑا ہٹا کر اس کو دیکھ سکتا ہے بلکہ اس کا بوسہ بھی لے سکتا ہے۔ البتہ غیر محرم عورتوں کا اجنبی مرد میت کو اور اجنبی مرد کا غیر محرم عورت میت کو دیکھنا غلط ہے۔ مسجد نبوی میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حبشیوں کی جنگی مشق کو دیکھنے کے واقعات سے عورت کا غیر محرم مردوں کو دیکھنے کے جواز پر استدلال درست نہیں ہے۔ مقصود حبشیوں کے اجسام و محاسن کو دیکھنا نہیں تھا بلکہ ان کی جنگی مشق دیکھنی مقصود تھی اور اس میں بڑی مصلحت مضمر تھی۔ (دیکھئے عینی ۲ / ۲۲۰ و فتح الباری ۲ / ۵۱۸)

لہذا غیر محرم میت کا آخری دیدار کرنا قطعاً غلط ہے اور یہ رسم جہاں کہیں پائی جاتی ہے وہاں سے اس کے ازالہ کی کوششیں واجب ہیں کیونکہ غیر محرم سے ہر حال میں غض بصر کا حکم ہے۔

علم دین اور دنیا طلبی

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو فقہ اور تفسیر کا علم حاصل کریں گے، پھر کہیں گے کہ اس میں کیا برائی ہے کہ ہم ارباب اقتدار سے مل کر ان کی دنیا سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے دین کو ان سے بچائے رکھیں، حالانکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ جس طرح ببول کے درخت سے کانٹوں کے سوا اور کچھ نہیں حاصل ہو سکتا اسی طرح (دنیا پرست) ارباب اقتدار کے قرب سے گناہوں کے سوا اور کچھ نہیں حاصل ہو سکتا"۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ابن ماجہ)

تعارف و تبصرہ

ابو عبد الرحمن عمار فلاحی

شرعی وزن اور پیمانے

از حافظ محمد مصطفیٰ ملی

کتابت و طباعت: غیر معیاری   قیمت: ۴۰؍روپے   صفحات: ۲۶۳

ناشر: ادارہ تعمیر (شعبہ تحقیقات اسلامی) حافظ منزل، خیر آباد، مالیگاؤں۔ ۴۲۳۲۰۳
ضلع: ناسک (مہاراشٹر)

یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں کہ اوزان و پیمانے ہر زمانے میں بدلتے رہے ہیں۔ آج ہمارے یہاں جو اوزان و پیمانے رائج ہیں وہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں رائج نہیں تھے۔ یہ تبدیلیاں کیوں، کیسے اور کس تناسب سے ہوئیں یہ جاننا ہر مسلمان کی ایک ضرورت ہے تاکہ اس کی روشنی میں ناپ تول سے متعلق اسلامی احکامات کی صحیح پاسداری کر سکے، حسب ضرورت تو علماء ہر دور میں اس پر روشنی ڈالتے رہے ہیں لیکن اردو زبان میں اس قدر تفصیلی اور محقق و مدلل کتاب میری نظر سے پہلی بار گزری ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ صاحب کتاب نے اس کی تیاری میں اپنا خون جگر نچوڑ دیا ہے۔ گرچہ اسلوب تحقیق اور کتابت و طباعت پر کما حقہ توجہ نہیں دی گئی ہے چنانچہ جابجا حوالے ناقص اور غلط ہیں۔ مثلاً صفحہ ۲، ۷، ۳۰، ۲۳۰ وغیرہ مختلف مقامات پر صرف کتابوں کے نام اور سورتوں کے تذکرہ پر اکتفا کیا گیا ہے، آیات نمبر اور دیگر تفصیلات درج نہیں ہیں اسی طرح مراجع کی فہرست میں متعدد غلطیاں ہیں مثلاً ابن رشد کی کتاب "بدایۃ المجتہد" کو "ہدایت المجتہد" لکھا گیا ہے۔

اوقیہ پر بحث کے دوران انہوں نے ذہب (سونا) فضۃ (چاندی) اور ورق (چاندی کے سکے) کی تفصیلات بتاتے ہوئے سورۃ الکہف کی آیت نمبر ۱۹ "فابعثوا احدکم بورقکم ھذہ الی المدینۃ" کا حوالہ دینے کے بعد لکھا ہے "یہ واقعہ مشہور و معروف ہے کہ قرآن کی ایک سورہ ہی اس کے نام سے ہے (ص ۶۸) حالانکہ ان الفاظ (اوقیہ، ذہب، فضۃ، ورق) میں سے کسی لفظ سے قرآن کی کسی سورہ کے نام رکھے جانے کا سراغ نہیں ملتا ہے۔

آجکل سونے چاندی کے نصاب میں جو تفاوت پیدا ہو گیا ہے اس کی وجہ سے بہت سی الجھنیں پیدا ہوتی ہیں۔ اس مسئلہ پر آپ نے نفیس بحث کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ اصل نصاب چاندی کا نصاب ہے اور سارے نصاب میں اسی کی رعایت ہونی چاہئے۔ اگر ایسا ہو تو یہ مسئلہ ختم ہو سکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ علماء اس پر سنجیدگی سے غور فرما کر امت کی رہنمائی کریں۔

ادارہ علمیہ جامعۃ الفلاح کی مطبوعات

نقوش و تاثرات   قیمت: ۸۰؍روپے
مولانا جلیل احسن ندوی کے اہم مضامین کا دلکش اور خوبصورت مجموعہ

سابقہ پڑھنا (مرتب: ڈاکٹر کوثر یزدانی)   قیمت: ۱۵؍روپے
ثانوی درجات کیلئے اسلامی مزاج کے مطابق تیار کردہ اردو کی نصابی کتاب

ہندی سابقہ سعی (درجہ ہشتم و نہم کیلئے ہندی کی کتاب) قیمت: ۱۵؍روپے
جس میں [illegible] قواعد، [illegible] شعراء کا تعارف اور دیگر مفید چیزیں جمع کر دی گئی ہیں جو بچوں کو ہندی سکھانے کیلئے بڑی مفید ثابت ہوں گی۔

ملنے کا پتہ
ادارہ علمیہ، جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ - 276 121 (یوپی)
مرکزی مکتبہ اسلامی، چتلی قبر، دہلی - 110 006

جامعۃ الفلاح عظیم محسن ومربی سے محروم ہو گیا

ادارہ

۱۲؍ نومبر ۱۹۹۵ء کو قرآن کے ماہر، جماعت اسلامی کے تاسیسی ممبر، جامعۃ الفلاح کے سابق ناظم اور اسلامیات پر متعدد بے نظیر کتابوں کے مصنف مولانا صدرالدین صاحب اصلاحی کے انتقال پر ملال پر تعزیتی نشست ہوئی جس کی صدارت شیخ الجامعہ، نائب امیر جماعت اسلامی ہند اور مولانا مرحوم کے خصوصی فیض یافتہ و "واحد جانشین" مولانا جلال الدین انصر عمری صاحب نے فرمائی۔ آپ نے مولانا مرحوم کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کے اٹھ جانے سے وسیع دنیا متاثر ہوئی ہے اور غم و اندوہ میں ڈوبی ہوئی ہے کیونکہ مثل انبیاء ایسی شخصیات کا نقصان بہت وسیع ہوتا ہے۔ مزید فرمایا کہ مولانا کو قرآن سے خصوصی شغف تھا، برابر غور و فکر کرتے رہتے (تفہیم القرآن کے نام سے سورہ بقرہ کی تفسیر بھی لکھی تھی) اور تمام معاملات میں قرآن وسنت کی روشنی ہی میں اپنی رائے بناتے۔ یہ چیز مولانا کی تمام کتابوں میں نمایاں طور پر جھلکتی ہے۔ اگر کوئی ان کا مطالعہ کرے تو قرآن کے مختلف مشکل مقامات کو وہ آسانی سے سمجھ لے گا۔ اسے معلوم ہو جائے گا کہ اس کا سیاق و سباق کیا ہے؟ اس کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ گویا قرآن فہمی میں بھی یہ کتابیں انتہائی معاون ہیں۔

آپ نے اعتراف کیا کہ علالت کی وجہ سے گاؤں میں رہنے کے باوجود، جماعت، ملک وملت اور عالمی حالات سے آپ ہم سے زیادہ واقف رہتے اور تمام مسائل میں ان کی ایک سوچی سمجھی رائے ہوتی تھی جس سے تحریک کو برابر رہنمائی و غذا ملتی

رہی۔ آپ جماعت کے فکری ترجمان تھے اس وقت ان جیسی شخصیت نظر نہیں آتی۔ ہمیشہ نازک مواقع پر تحریک کو غلط رخ پر جانے سے بچانے میں آپ کا بنیادی رول رہتا۔

آپ نے اپنا یہ احساس بھی بیان فرمایا کہ جیسے جیسے آپ کی عمر بڑھتی گئی اللہ سے آپ کے تعلق میں اضافہ ہوتا گیا، اذان سنتے ہی فرما دیتے کہ جاؤ نماز پڑھو پھر بعد میں بات ہوگی۔

آپ نے مزید فرمایا کہ میں پینتیس سال مولانا کا ساتھ رہا لیکن مختلف معاملات میں اختلاف رائے کے باوجود ہمارے درمیان کبھی تلخی نہیں پیدا ہوئی کسر و انکسار کا جو مظاہرہ میں نے دیکھا بار بار اس کے احسان تلے اپنے کو دبا ہوا محسوس کرتا ہوں۔ مولانا اخیر وقت تک اتنی محبت کرتے رہے کہ جب میں ادھر آتا مولانا منتظر رہتے، ملاقات ہونے پر گھنٹوں بات کرتے نشستوں کے درمیان خالی اوقات بھی مولانا سے گفتگو میں ہی گزرتے۔

اخیر میں آپ نے فرمایا کہ ہر بڑا آدمی جب اس دنیا سے جاتا ہے وہ ہمیں یہ سبق دے جاتا ہے کہ اگر تم محنت کرو گے تو تم بھی ایسے ہی بن سکتے ہو، ضرورت ہے کہ ہم بھی اس مقام کو پہنچنے کی کوشش کریں۔

نائب ناظم جامعہ مولانا ابوالبقاء ندوی صاحب نے فرمایا کہ مولانا ہی کی کتاب "فریضۂ اقامت دین" پڑھ کر میرے ذہن کی گرہیں کھلیں، الجھنیں دور ہوئیں، اطمینان ہوا اور میں تحریک سے وابستہ ہو گیا۔ اس طرح نہ جانے کتنوں کو آپ کی تحریروں سے صحیح رہنمائی ملی۔ یہ سب آپ کا صدقہ جاریہ ہے۔ جامعہ کے عظیم محسن ومربی سے محرومی پر بالخصوص خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے آپ نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ انبیاء و شہداء کے ساتھ آپ کا معاملہ فرمائے۔ آمین!

مولانا نظام الدین صاحب اصلاحی جو مدرسۃ الاصلاح پر آپ کے شاگرد رہے ہیں وہ اس صدمے سے اس قدر متاثر تھے کہ آپ جذبات کو تعبیر کا جامہ نہ پہنا سکے۔

اس موقع سے مولانا نعیم الدین صاحب اصلاحی نے فرمایا، "مولانا مودودیؒ کے غلبہ اسلام و اقامت دین کی فکر کو مدلل و مبرہن کرنے میں آپ کا بنیادی رول ہے۔ اس پائے کی کتابیں تیار کیں کہ علماء اور مخالفین سبھی لاجواب ہو گئے۔ یہ کتابیں مجتہدانہ شان رکھتی ہیں، نہ صرف اردو بلکہ عربی و فارسی میں بھی اس پائے کی کتابیں کم ہی ہیں۔ حتیٰ کہ اخوانی رہنماؤں کی کتابوں سے بھی زیادہ معیاری ہیں اور بلند آہنگی لئے ہوئے ہیں۔

آپ نے مزید فرمایا کہ تقسیم ہند کے بعد ہندوستان کی جماعت کے بارے میں تشویش پائی جاتی تھی لیکن جس جرأت وہمت اور استقامت کے ساتھ اس گاڑی کو لے کر رواں دواں رہے یہ بہر حال مولانا کے خلوص اور عزم کا مظہر ہے کیونکہ جماعت کے قائدین میں بہر حال آپ کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ مولانا ابو اللیث مرحوم وغیرہ جب جیل میں تھے تو آپ نے امارت کی ذمہ داریاں بھی نبھائی تھیں۔

آپ نے فرمایا، "مولانا مرحوم مدرسۃ الاصلاح کی آخری آبرو تھے، مولانا فراہی اور مدرسۃ الاصلاح کا علمی و فکری نمونہ مولانا کے بعد اب کوئی نہیں رہ گیا یہ بہت بڑا خلا ہے گویا جامعۃ الفلاح، مدرسۃ الاصلاح تحریک اسلامی ہی نہیں بلکہ پوری ملت کے لئے ایک بہت بڑا صدمہ ہے۔

اخیر میں نمناک آنکھوں سے مولانا رفیق احمد صاحب قاسمی سکریٹری جماعت اسلامی ہند کی دعا پر یہ تعزیتی نشست اختتام پذیر ہوئی۔

> رمضان المبارک و عید الفطر کی تعطیل کی وجہ سے مجلہ کا شمارہ جنوری، فروری ۱۹۹۹ء کا مشترکہ شمارہ ہوگا۔

جامعہ کے لیل و نہار

ادارہ

کل ہند امیر جمعیت اہل حدیث مولانا صفی الرحمان صاحب کی تشریف آوری

جامعہ کو ۱۸/اکتوبر ۹۸ء کو مایہ ناز شخصیت کل ہند امیر جمعیت اہل حدیث مولانا صفی الرحمان صاحب کے استقبال اور ان سے استفادے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ مبارکپور اعظم گڈھ کے رہنے والے ہیں۔ جامعہ سلفیہ بنارس اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تدریسی خدمات انجام دی ہیں۔ مجمع الملک فہد سے بھی تعلق رہا ہے۔ ان دنوں ریاض سعودی عرب میں مقیم ہیں۔ رابطہ عالم اسلامی کی طرف سے آپ کو سیرت نبوی کی مشہور کتاب "الرحیق المختوم" تیار کرنے پر ایوارڈ بھی مل چکا ہے اس کی شہرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ دنیا کی سترہ زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس سنہری موقع سے آپ نے طلبہ وطالبات دونوں سے خطاب فرمایا: "یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم....." کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے آپ نے انتہائی علمی، مدلل اور دلنشین تقریر کی جن کی اطاعتوں کا اس آیت میں حکم دیا گیا ہے اس کی علتوں پر بھی روشنی ڈالی اطاعت الٰہی کے علت کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ارشاد باری ہے: الالہ الخلق والامر یاد رکھو کہ اس کائنات کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے لہذا حکم دینے کا اختیار اور حکم چلانے کا حق یہ بھی صرف اللہ ہی کو ہے عربی اسلوب کے مطابق الخلق والامر پر "لہ" کی تقدیم سے یہ معنی بھی نکلتا ہے کہ پیدا کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے دنیا کی کوئی اور

طاقت نہیں ہے۔ جس نے اس کائنات کے کسی ذرے کو پیدا کیا ہو اسی طریقے سے حکم دینا یہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے کسی اور کا کام نہیں ہے کہ جو آپ کو حکم دے اور آپ اس کی اطاعت کریں خواہ وہ حکم تکوینی ہو یا حکم تشریعی ہو۔ اطاعت رسول کی علت منصب رسالت کو قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر "تبیین" کی ذمہ داری ڈالی تھی" وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم" احادیث دراصل قرآن کا بیان ہی ہیں اور سورۃ قیامہ کی آیت" ثم ان علینا بیانہ" سے تو یہ اشارہ ملتا ہے کہ یہ بیان بھی دراصل اللہ کی جانب سے ہے اسی لئے جس طریقے سے قرآن مجید حجت ہے اسی طریقے سے قرآن مجید کا جو بیان ہے اور اس کی جو وضاحت ہے وہ بھی حجت ہے دونوں میں اس پہلو سے کوئی فرق نہیں ہے۔ اسی لئے فرمایا" ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ"۔ اولی الامر کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے مراد حکمراں ہیں بعض مفسرین نے علماء کرام کو بھی اس میں شامل کیا ہے۔ حکمرانوں کی اطاعت کا حکم اسی لئے ہے کہ وہ صاحب تنفیذ ہیں اگر ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی تو فساد پھیل جانے کا اندیشہ ہے اور علماء کرام کی اطاعت اس لئے کہ وہ احکامات الٰہی سے باخبر کرنے والے ہیں۔ اگر ان کی نہیں سنی جائے تو صراط مستقیم پانا مشکل ہوگا۔ لیکن واضح رہے کہ اولی الامر کی اطاعت مشروط ہے اگر شریعت یا مصالح عامہ کے خلاف محسوس ہو تو ان سے معارضہ کیا جا سکتا ہے" فان تنازعتم فی شیئی فردوہ الی اللہ والرسول" کے حکم کے مطابق دونوں کو اللہ اور اس کے رسول کے سامنے سپر ڈال دینا لازم ہے۔

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" کے حوالے سے آپ نے بعض لوگوں کے اس تصور کو بھی غلط ٹھہرایا کہ نئے حالات میں بعض چیزیں ایسی پیدا ہو گئی ہیں جن کا وجود دین کے اندر

نہیں ہے اور پھر پیوندکاری کیلئے وہ جواز فراہم کرتے ہیں۔ آپ نے اس بات پر زور دیا کہ ہر نئے مسئلے کے سلسلے میں ہمیں تلاش و جستجو سے کام لینا چاہئے ہر ایک کا حل قرآن وسنت میں موجود ہے۔ ورنہ نعوذ باللہ یہ ماننا پڑے گا کہ "الیوم اکملت لکم دینکم" کا اعلان بھی غلط ہے۔

اخیر میں سوال وجواب کا طویل سلسلہ چلا ایک سوال کے جواب میں نبی کریم ﷺ کے "امی" ہونے کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا امی کے ایک معنی تو صاف اور واضح ہے کہ جو پڑھا لکھا ہوا نہ ہو نبی کریم ﷺ نے کسی سے پڑھا نہیں کسی سے لکھنے کا ڈھنگ نہیں سیکھا اسی لئے آپ کو امی کہا گیا دوسرے معنی یہ ہیں جسے یہودی استعمال کرتے تھے کہ وہ اپنے آپ کو صاحب دین کہتے تھے اور دوسروں کو اس دین بالکل غیر متعلق ہونے کی بنا پر بطور تذلیل یا بطور ایک امتیاز کے امی کہا کرتے تھے تو یہ بات واضح کی گئی کہ نبی جو بھیجے گئے ہیں یہ خواص اہل سے نہیں ہیں بلکہ ان لوگوں میں سے ہیں جو امی کہلاتے ہیں یعنی خواص اہل سے باہر کے ہیں

جہاں ظالم وجابر حکمراں ہوں کیا اس کی بھی اطاعت کی جائے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا احادیث کی روشنی میں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ظاہری حد تک جو کام ان کا اسلام کے مخالف نہیں ہے محض ان کے شر سے بچنے کیلئے اس میں ان کی اطاعت کی جا سکتی ہے۔ مثلاً جو حکمراں نماز موخر کر کے پڑھتے تھے آپ ﷺ نے حکم دیا کہ تم اپنی نماز اپنے وقت پر اپنے گھر میں پڑھ لو اس کے بعد اگر ان کا ساتھ پڑ جائے تو تم ان کے ساتھ بھی نماز پڑھ لو اگر ساتھ نہیں پڑھا تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے تو اس حد تک صرف ان کی اطاعت کی جا سکتی ہے۔ باقی جو کام ان کے غلط ہیں، ظلم یا ناجائز ہیں ان کاموں میں ان کی اطاعت نہیں کی جا سکتی" لاطاعۃ

لمخلوق في معصية الخالق"۔

سالانہ امتحان سالانہ امتحان قریب ہے تیاریاں شروع ہو چکی ہیں ۱۶ر نومبر ۹۸ء سے شعبہ اعلیٰ اور ۲۳ر نومبر ۹۸ء سے شعبہ ثانوی وابتدائی کے اسباق بند ہو جائیں گے ۱۹ر نومبر ۹۸ء سے شعبہ اعلیٰ اور ۲۶ر نومبر ۹۸ء سے شعبہ ثانوی وابتدائی کے امتحانات شروع ہوں گے، ۸ر دسمبر ۹۸ء کو جملہ شعبہ جات کے امتحانات ختم ہو جائیں گے۔ اور طلبہ اپنے گھروں کو جاسکیں گے۔ توقع ہے کہ ۱۵ر دسمبر ۹۸ء تک نتائج کا اعلان بھی کر دیا جائیگا اللہ ہر ایک کو اس کی محنتوں کا بہترین پھل عطا فرمائے، آمین، اس کے بعد اساتذہ اپنے گھروں کو جاسکیں گے۔

شمالی ہند کانفرنس الہ آباد میں شرکت ۳۰ر ۳۱ر اکتوبر و یکم نومبر ۹۸ء کو الہ آباد میں منعقد شمالی ہند کانفرنس میں الحمدللہ جامعہ سے کثیر تعداد نے شرکت کی صورت حال کو دیکھتے ہوئے تعطیل کر دی گئی تھی چنانچہ طلبہ وطالبات اور اساتذہ، کارکنان سبھوں کو استفادے کا موقع ملا، ایک نئی حرارت اور نئی زندگی نصیب ہوئی۔ اجتماع گاہ میں جامعہ اور حیات نو کا اسٹال بھی لگایا گیا جہاں جامعہ سے متعلق ضروری معلومات فراہم کی گئی تھیں ادارہ علمیہ کی کتب بھی دستیاب تھیں اور حیات نو کے تازہ شماروں کے علاوہ مخصوص شمارے "مجدد مودودیؒ نمبر" "قائد تحریک اسلامی ہند" "مولانا ابواللیث اصلاحی ندویؒ نمبر" اور "سید حامد حسینؒ نمبر" بھی موجود تھے۔ "ففروا الی اللہ" پر ترانوں کی جو آڈیو کیسٹ یہاں تیار کرائی گئی تھی بہت جلد اس کی ساری کاپیاں ختم ہو گئیں اور برابر شرکاء کا مطالبہ باقی رہا بھیجنے کیلئے آرڈر دیتے رہے۔

فلاحی برادران کی میٹنگ اجتماع کے دوران صدر انجمن کی زیر صدارت مختلف مقامات سے آئے ہوئے فلاحی برادران کی میٹنگ بھی ہوئی۔ تقریباً چالیس فلاحی

شریک ہوئے، بہت سے گمنام فلاحیوں سے بھی تعارف ہوا ان فلاحیوں کی شرکت تحریک سے ان کے تعلق کا منہ بولتا ثبوت ہے، باہمی تعارف کے بعد جامعہ، انجمن اور حیات نو سے متعلق مختلف مسائل پر قیمتی تجاویز سامنے آئیں۔ حیات نو میں بالترتیب تمام فلاحیوں کے اجمالی تعارف کی بھی تجویز آئی جس سے سبھوں نے اتفاق کیا۔ اس موقع سے جو خریدار نہیں تھے انھوں نے اپنا زر تعاون بھی جمع کیا۔ اس موقع سے ارکان شوریٰ کو اپنے ذمہ عائد امانت کی ادائیگی کی یاد دہانی بھی کرائی گئی۔

توسیعی لکچر الہ آباد اجتماع عام سے لوٹتے ہوئے بعض معزز مہمانان حیدر آباد سے تشریف لائے تو موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ان سے استفادے کی شکل بھی پیدا ہوئی اور توسیعی لکچر کا اہتمام کیا گیا۔ ابتداء جناب ابو اکرم صاحب نے گفتگو کی پھر جناب احمد اللہ شریف صاحب، لکچرر رفاہ آرٹ کالج، حیدر آباد نے "ہندو مت" پر لکچر دیا۔ ہندو کی اصل بتاتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اصلاً یہ فارسی کا لفظ ہے۔ آپ نے فارسی اور سنسکرت زبان کو ایک دوسرے سے قریب بھی ٹھہرایا اور بتایا کہ اصلاً یہ سب قدیم آریوں کی زبان رہی ہیں۔ پھر آپ نے آریوں کی آمد اور کشاکش کی تفصیلات پر روشنی ڈالی آثار قدیمہ کے حوالے سے ان کے تہذیب وتمدن کا بھی تعارف کرایا۔ آپ نے بتایا کہ رگ وید میں بھی آریوں کی آمد کا تذکرہ ملتا ہے۔

ویدوں اور دیگر مذہبی کتب کا تعارف کراتے ہوئے آپ نے بتایا کہ ابتداءً وید سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا تھا، بعد میں یہ لکھی گئی ہیں۔

ذات پات اور طبقاتی نظام پر گفتگو کرتے ہوئے آپ نے فرمایا" برہمن اور دلت تقسیم بھی پرانی ہے اور ان کی تہذیبیں بھی برابر الگ رہی ہیں۔ یہ دو الگ اور مخالف اقوام کشاکش کے نتیجے میں پیدا ہوئے ہیں اور مجبوراً برہمنوں نے ان کی بہت سی

چیزوں کو اختیار کر لیا۔ مثلاً پہلے وہ گوشت کھاتے تھے حتیٰ کہ گائے کھانے کا تذکرہ بھی ملتا ہے لیکن بودھ ازم کو ختم کرنے کے بعد انہوں نے برہمنوں سے گوشت خوری سے اجتناب کو اختیار کر لیا۔

بعد میں سوالات و جوابات کا سلسلہ بھی چلا اور کچھ اہم کتابوں کے مطالعہ کی رہنمائی بھی کی گئی۔

جناب عبدالحمید فلاحی کو گولڈ میڈل یہ بڑی مسرت افزا اطلاع ہے کہ ۲۹ر اکتوبر ۹۸ء کو جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی میں جلسہ تقسیم اسناد (Convocation Day) کے موقع پر جناب عبدالحمید فلاحی کو ایم اے (عربی) میں امتیازی نمبروں سے کامیاب ہونے پر امیر الجامعہ خورشید عالم خاں کے بدست گولڈ میڈل سے سرفراز کیا گیا۔ یہ میڈل عرب کے مجاہد فرمانروا شاہ فیصل شہیدؒ کے نام نامی سے منسوب ہے۔ موصوف اس وقت جامعہ ملیہ اسلامیہ ہی سے پی ایچ ڈی کر رہے ہیں آپ کا موضوع ہے "دراسة نقدية لأفكار الشاه ولي الله الدهلويؒ واسلوبه من خلال مولفاته العربية"

اظہار تعزیت جامعہ کے دیرینہ خادم جناب محمد رضوان صاحب عرف بدھو کی والدہ محترمہ مشرف النساء صاحبہ ۳ر نومبر ۹۸ء کو مختصر علالت کے بعد ۸۰ سال کی عمر میں اس دار فانی سے کوچ کر گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون آپ صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ وارثین میں دو لڑکے جناب محمد رضوان صاحب اور جناب ابو شمہ صاحب کو چھوڑا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ انہیں صبر جمیل کی توفیق عنایت فرمائے اور مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین

امتیاز احمد فلاحی (فضیلت ۱۹۸۸ء) بنگالی پور، اعظم گڑھ کی والدہ محترمہ مدینہ صاحبہ اچانک حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے ۱۰ر نومبر ۱۹۹۸ء کو

۶۵ سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں، انتہائی صابرہ تھیں۔ کسی کو بے پردہ دیکھتیں تو سخت ناراض ہوتیں۔ دعا ہے اللہ مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ دے، پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین!

اجلاس انتظامیہ انشاء اللہ معمول کے مطابق انتظامیہ کا سالانہ اجلاس ۲ر ۳ر ۴ر دسمبر ۹۸ء کو جامعہ میں منعقد ہوگا۔ یہ اجلاس شیخ الجامعہ مولانا جلال الدین انصر عمری صاحب مدظلہ العالی کی زیر صدارت ہوگا۔

اجلاس شوریٰ انجمن طلبہ قدیم ان شاء اللہ معمول کے مطابق انجمن طلبہ قدیم کی شوریٰ کا اجلاس یکم دسمبر ۹۸ء بروز منگل ۲ بجے دن میں دفتر انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح میں شروع ہوگا۔ ایجنڈا روانہ کیا جا چکا ہے۔

مولانا صدر الدین صاحب اصلاحیؒ کے جنازہ میں شرکت ۱۳ر نومبر ۱۹۹۸ء کو وفات کی اطلاع ملتے ہی جمعہ کی تعطیل ہونے کے باوجود ہر جگہ اطلاع پہنچی اور تقریباً تمام ہی موجود اساتذہ وطلبہ جنازے میں شرکت کے لئے بسوں سے پھول پور پہنچے۔ بعد نماز مغرب مولانا رفیق احمد قاسمی صاحب سکریٹری جماعت اسلامی ہند نے نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین کے بعد سبھی سوگوار لوٹے۔

اگلے شمارے میں

کل ہند امیر جمعیت اہل حدیث مولانا صفی الرحمن صاحب مبارکپوری سے خصوصی انٹرویو ملاحظہ فرمائیں۔

رپورٹ دہلی یونٹ

عمیر منظر فلاحی

۱۸ر اکتوبر بروز اتوار بعد نماز عصر جامعہ ملیہ اسلامیہ کی مسجد میں دہلی کی مختلف جامعات میں نو وارد فلاحی طلبہ کو استقبالیہ پیش کیا گیا۔ صدر انجمن مولانا ابو الکلام صاحب فلاحی نے اپنے خطاب میں جامعہ کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں ہر حال میں جامعۃ الفلاح کے مقاصد سے خود کو ہم آہنگ رکھنا اور وہ کام کرنا چاہیے جس سے جامعہ اور انجمن دونوں کی نیک نامی ہو۔ آج مجھے آپ کا استقبال کرتے ہوئے بہت خوشی محسوس ہو رہی ہے ہم آپ کے خوش آئند مستقبل کیلئے دعا گو ہیں اور آپ کی تشریف آوری پر ہم ایک بار پھر خوش آمدید کہتے ہیں

بے موسم کی برسات کے سبب حاضری کم تھی پھر بھی پچاس سے زائد طلبہ شریک ہوئے بعد میں انجمن طلبہ قدیم دہلی یونٹ کی جانب سے مضمون نویسی کے انعامی مقابلے کا اعلان کیا گیا۔ یہ مقابلہ دہلی کی مختلف جامعات میں بی اے اور ایم اے کرنے والے فلاحی طلبہ کیلئے مخصوص ہے۔ مضمون جمع کرنے کی آخری تاریخ ۵ر دسمبر ۹۸ ہے اول، دوم، سوم آنے والے طلبہ کو بالترتیب پانچ سو، تین سو اور دو سو روپے دیے جائیں گے۔ عناوین حسب ذیل ہیں۔ (۱) ہندوستان میں مسلمانوں کی تعلیمی روایت (۲) عصری اور دینی تعلیمی اداروں میں ہم آہنگی کے امکانات (۳) اسلامی تحریکات

مشکلات و مسائل (ہندوستان کے حوالے سے) (۴) اکیسویں صدی کا ہندوستان تجزیاتی مطالعہ (موجودہ سیاسی تناظر میں) (۵) تعلیمی ترقی میں مذہب کا مثبت رول (۶) عربی زبان و ادب مستقبل کے امکانات (۷) علی گڑھ تعلیمی تحریک اور مسلمانوں پر اس کے اثرات (۸) آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کی مادری زبان کا مسئلہ

نشست کے آخر میں سکریٹری یونٹ جناب محمد ارشد نے سال رواں میں ہونے والی انجمن کی مختلف سرگرمیوں کی رپورٹ پیش کی۔ انجمن کی اس نشست میں انجمن کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن جناب عبدالعزیز سلفی فلاحی صاحب بھی شریک تھے۔

مقامی یونٹ کی میٹنگ ۱۱ر نومبر ۱۹۹۸ء کو صدر انجمن مولانا رحمت اللہ اثری صاحب فلاحی کی تذکیر سے مقامی فلاحی برادران کی میٹنگ کا آغاز ہوا۔ گزشتہ کاروائی کی خواندگی کے بعد حیات نو کی توسیع کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی، اساتذہ اور کارکنان سے تعاون حاصل کرنے کی کوشش کو از سر نو منظم کیا گیا۔ چنانچہ شعبہ عالیہ میں مولانا جمیل احمد صاحب فلاحی شعبہ ابتدائی و ثانوی میں مولانا کمال الدین صاحب فلاحی اور شعبہ کلیات البنات میں محترمہ ساجدہ صاحبہ فلاحی کے ذمہ ہوگا کہ وہ مستقل تعاون حاصل کرکے خازن کے حوالے کریں۔ اس سلسلہ میں رمضان المبارک کے موقع سے اساتذہ و سفراء کی خدمات بھی حاصل کیے جانے کا فیصلہ کیا گیا۔ معاونین کی نئی فہرست کی تیاری اور حصول کی بھی کوشش کی جائے گی۔

اکتوبر ۱۹۹۸ء تک کا جیپ کا بھی حساب پیش کیا گیا۔ یہ احساس آیا کہ اسے مفید و منظم بنانے کے لئے مزید مناسب تدابیر اختیار کی جائیں۔

بہی خواہانِ جامعہ کی خدمت میں

ناظم جامعہ

آج کے طوفانی دور میں جب کہ ہر طرف مادیت کی یلغار ہے اور اخلاقی قدریں روبہ زوال ہیں، اسلام پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں اور ملت اسلامیہ کو مختلف قسم کے چیلنجوں کا سامنا ہے، ایسے پر آشوب دور میں "جامعۃ الفلاح" ان چیلنجوں کا ایک پر عزم جواب ہے، جہاں مسلمان بچوں کی اس انداز سے تعلیم و تربیت کی جاتی ہے کہ ان کے اندر کتاب و سنت کا گہرا علم پیدا ہو اور اسلامی اخلاق و کردار سے آراستہ ہوں، عصر حاضر کے افکار و نظریات سے واقفیت ہو اور ان کے اندر احیائے دین و شہادت حق کا ایسا جذبہ پیدا ہو کہ وہ وسعت قلب و نظر کے ساتھ معاشرے کی اصلاح اور دعوت اسلامی کے لئے اپنی صلاحیتوں کو وقف کر سکیں۔

نیچے جامعہ کے نمائندوں اور ان کے حلقۂ کار کی فہرست دی جا رہی ہے۔ براہ کرم بہی خواہانِ جامعہ ان کے ساتھ اپنی دلچسپیوں اور ہمدردیوں کا ثبوت دیں اور دیگر احباب کو بھی اس طرف متوجہ کریں۔

جناب ماسٹر عبدالمالک صاحب جناب محمد خالد صاحب	قلابہ، مدنپورہ، کاٹن گرین، بیکلہ، ناگپاڑہ، ڈونگری، بھنڈی بازار وغیرہ
جناب مولانا امیر فیض صاحب جناب افتخار الحسن صاحب	کرلا، گوونڈی، ساکی ناکہ، مرول، بھیونڈی، کالینا، گھاٹ کوپر، کوسہ، ممبرا وغیرہ
جناب حاجی اخلاق احمد صاحب جناب مولوی مسیح اختر صاحب	رے روڈ، ماہم، دھاراوی، باندرہ، سانتا کروز، اندھیری، ولے پارلے، جوگیشوری، جے نگر، بوریولی، ملاڈ

جناب عرفان احمد صاحب جناب ریاض احمد صاحب	بھیونڈی، کلیان، پونہ
جناب محمد فاروق صاحب جناب ماسٹر محمد ابراہیم صاحب	مدراس، بنگلور، میسور، باسن، بھدراوتی، شموگہ وغیرہ
جناب عبدالحسیب فلاحی صاحب جناب ماسٹر اعجاز احمد صاحب	سنبھل، مرادآباد، گنگرالہ، جے پور، سوائی مادھوپور، کوٹہ، باراں، جھالاوار وغیرہ
جناب جمیل احمد صاحب	دہلی، غازی آباد، ہاپوڑ، میرٹھ، مظفر نگر، سہارنپور، دیوبند وغیرہ
جناب توفیق احمد صاحب مولوی معین الدین صاحب	دہلی
جناب حافظ عطاء اللہ صاحب جناب ماسٹر معین الدین صاحب	بھساول، جلگاؤں، برہانپور، مالیگاؤں، اورنگ آباد، ادوت گل وغیرہ
جناب مولانا محمد شاہد صاحب جناب شیخ وحید الدین صاحب	حیدرآباد
جناب ماسٹر سید عبیداللہ صاحب جناب ماسٹر محمد رضی صاحب	کلکتہ
جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب	بھاگلپور، مظفرپور، پٹنہ
جناب ماسٹر ہارون رشید صاحب	سرائے میر، پھولپور، الہ آباد، جونپور، مرزاپور، اوبرا، مہراج گنج وغیرہ
جناب مولانا عبداللطیف صاحب	مئو، کوپاگنج، سلطانپور، پورہ معروف وغیرہ
جناب ماسٹر منور علی صاحب	بنارس

جناب حافظ احسان الحق صاحب	اندور، امجین وغیرہ
جناب عرفان احمد صاحب جناب حبیب احمد صاحب	احمد آباد، سورت، واپی، بڑودہ وغیرہ
جناب ماسٹر نظام الدین صاحب	گورکھپور، بستی، گونڈہ، بلرام پور، سدھارتھ نگر وغیرہ
جناب منشی محمد سہیل صاحب	بنارس، لکھنؤ، کانپور، بریلی، رامپور، نینی تال علی گڑھ وغیرہ
جناب محمد محسن صاحب	فیض آباد، قصور، بھولے پور، بارہ بنکی، مچھلی شہر وغیرہ
جناب محمد عباس صاحب	اعظم گڑھ، مبارکپور، محمد پور، صدرہ، آنوک کوئیلاری، جنجر پور، بکھریا وغیرہ
جناب سراج احمد صاحب	پونہ، ناسک، ممبرا وغیرہ
جناب ماسٹر محمد حنیف صاحب	نصیر پور، نگلوا، ہرگوکی پور، علاء الدین پٹی، ہندول جیراج پور، بھیسیں، کچھوچھوی وغیرہ

دینی مدارس اور ان کے مسائل قیمت: ۳۰ روپے

اس موضوع کے مختلف گوشوں پر مولانا ابو العرفان ندوی، مولانا حبیب الرحمن عمری، مولانا فاروق خاں، مولانا مقتدی حسن ازہری، مولانا عزیز صاحب المظاہری، مولانا مجیب اللہ ندوی اور سید حامد سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ وغیرہم کے ان مقالات کا مجموعہ ہے جو انہوں نے انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کے دو سالہ کنونشن منعقدہ ۱۲ اور ۱۳ فروری ۱۹۸۹ء میں پیش فرمائے تھے۔

ملنے کا پتہ	ادارہ علمیہ، جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ - 276 121 (یوپی) مرکزی مکتبہ اسلامی، چتلی قبر، دہلی - 110 006